محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز
اِنشارجہ کا جاسوس
اشتیاق احمد
Atlantis Publications
182

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

اِنشارجہ کا جاسُوس

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلیکیشنز

Atlantis Publications

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول — اِنشارجہ کا جاسُوس

نمبر — انسپکٹر جمشید سیریز نمبر 182

پبلشر — فاروق احمد

قیمت — 110 روپے

ISBN 978-969-601-062-3

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز

A-36 بلاک، B-16 کراچی

0300-2472238, 32578273, 34268800

atlantis@cyber.net.pk

www.inspectorjamshedseries.com

ایک حدیث

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا:
میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد
الانبیاء کی خاتم ہے۔

☆☆☆

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
☆ آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا۔
☆ آپ کے اپنے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

نئے قارئین کیلئے انسپکٹر جمشید سیریز کا ایک مختصر تعارف

انسپکٹر جمشید محکمہ سراغرسانی کے سب سے مشہور سراغرساں ہیں ...... انہیں جو کیس بھی دیا جاتا ہے وہ اسے حل کر کے چھوڑتے ہیں آج تک کوئی ایسا کیس نہیں ہے جو انہیں ملا ہو اور ان سے حل نہ ہو سکا ہو...... وہ مجرم کو عجیب و غریب طریقوں سے پکڑتے ہیں ...... اس طرح کہ مجرم کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا کہ انسپکٹر جمشید کا گھیرا اس کے گرد تنگ ہوتا جا رہا ہے ...... اسے تو عین اس وقت پتا چلتا ہے جب وہ اسکے خلاف تمام ثبوت حاصل کرنے کے بعد اس پر ہاتھ ڈال دیتے ہیں ......

محکمہ سراغرسانی کے تمام آفیسر تو ان کا لوہا مانتے ہی ہیں ...... پولیس کے تمام شعبوں میں بھی ان کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے ...... اپنی ذاتی زندگی کے لحاظ سے وہ حد درجے ایمان دار ہیں ...... رشوت سے کوسوں دور بھاگتے ہیں ...... غریبوں کے بہت ہمدرد ہیں...... قانونی معاملات میں بہت سخت ہیں ...... جب کسی کے خلاف کوئی جرم ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اس کے ساتھ نرمی نہیں کرتے ......بڑی سے بڑی سفارش کی بھی پروا نہیں کرتے ...... جب کسی بات پر اڑ جاتے تو پھر اس سے پیچھے نہیں ہٹتے......

ان کے تین بچے ہیں سب سے بڑے کا نام محمود احمد ہے ...... جو ہائی اسکول میں پڑھ رہا ہے .... یہ بے حد ذہین اور پھرتیلا ہے، مشکل اوقات میں بالکل نہیں گھبراتا، کوئی مصیبت آپڑے تو ڈٹ جاتا ہے، اکثر اوقات اپنے والد کی مدد کرتا رہتا ہے ......

ان کے دوسرے بیٹے کا نام فاروق احمد ہے ...... فاروق بہت چلبلا اور کھلنڈرا ہے ...... اس پر شرارت کا بھوت ہر وقت سوار رہتا ہے...... بات بات پر لطیفے چھوڑنا،

ہر وقت دوسروں کو ہنسنے اور مسکرانے پر مجبور کردینا اس کی خاص عادت ہے...... خود بھی مسکراتا رہتا ہے...... طبیعت میں شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یہ بھی مشکل اوقات میں بھی نہیں گھبراتا...... درختوں پر چڑھنا اس کا محبوب مشغلہ ہے......

فرزانہ فاروق سے ایک سال چھوٹی ہے، ذہین، بلا کی ترکیبیں سوچنے میں ماہر، انسپکٹر جمشید کو مصیبت میں دیکھ کر حد درجے فکر مند ہوجاتی ہے......

باپ کی صحبت میں رہ کر انہیں بھی جاسوسی کاموں سے ایک خاص قسم کا لگاؤ پیدا ہوگیا ہے...... جونہی انہیں کوئی کیس حل کرنے کے لئے ملتا ہے، وہ بھی اس میں دلچسپی لینے لگتے ہیں...... اس کی ایک ایک تفصیل ذہن نشین کرلیتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح وہ اپنے والد کی مدد کے بغیر ہی اس معاملے کی تہہ تک پہنچ جائیں...... بلکہ تینوں آپس میں بھی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فاروق البتہ بظاہر ایسے کاموں سے جی چراتا ہے......لیکن جب کیس میں دلچسپی لیتا ہے تو پھر ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑجاتا ہے۔

ان کی والدہ بیگم جمشید جاسوسی بکھیڑوں اور جھنجھٹوں سے بالکل آزاد ہیں، انہیں ان کاموں سے الجھن ہوتی ہے......لہٰذا وہ کیس کے بارے میں کوئی تفصیل جاننے کی کوشش نہیں کرتیں...... ہاں اتفاق سے کسی معاملے میں الجھ جائیں تو پھر حالات کے سامنے ڈٹ جاتی ہیں۔

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے سنسنی خیز جاسوسی اور سراغرسانی کے کارناموں پر مشتمل ناولوں کا یہ سلسلہ بچوں اور بڑوں میں دیوانگی کی حد تک مقبول ہے۔ انٹیلی جنس بیورو یعنی محکمہ سراغرسانی کے لائق ترین آفیسر انسپکٹر جمشید اور ان کے تین بچوں محمود، فاروق اور فرزانہ کے ایڈونچرز کے اس دلچسپ سلسلے کے اب تک آٹھ سو ناول شائع ہوچکے ہیں اور ہر ماہ اس میں ایک نئے ناول کا اضافہ ہوتا ہے۔ ایک سلسلے کے ہونے کے باوجود اس سیریز کا ہر ناول اپنی جگہ ایک مکمل ناول ہے۔ ہر ناول ایک نئی کہانی لئے ہوتا ہے اور وہ کہانی ایک ہی ناول میں انجام پذیر ہوجاتی ہے۔ لہذا آپ کوئی بھی ناول اٹھا کر پڑھنا شروع کر سکتے

ہیں اس خدشے کے بغیر کہ یہ سیریز کا کوئی درمیانی حصہ ہے۔ ہر ناول ایک علیحدہ اور مکمل کہانی ہے۔

انسپکٹر جمشید سیریز کے تمام ناول ہر لحاظ سے صاف ستھرے اور ہماری معاشرتی روایات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔ انسپکٹر جمشید کا گھرانہ ہمارے اور آپ کے گھروں کی طرح ایک سیدھا سادا گھرانہ ہے۔ تینوں بچے اسکولوں میں پڑھتے ہیں۔ انسپکٹر جمشید جب اپنے آفس سے شام پانچ بجے گھر پہنچتے ہیں تو شکیلہ بیگم یعنی بیگم جمشید چائے کی ٹرے کے ساتھ ان کی منتظر ہوتی ہیں۔ فرزانہ گھریلو کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہے لیکن مہم جوئی اور سراغرسانی کے کارناموں میں اپنے دونوں بھائیوں کے ہم پلہ ہوتی ہے۔ انسپکٹر جمشید عام طور پر اپنے ذہین بچوں سے ہر نئے کیس کا نہ صرف ذکر کرتے ہیں بلکہ ان کی رائے بھی بغور سنتے ہیں اور اکثر ان کو عملی طور پر اپنی مہمات میں شامل کرلیتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جہاں وہ شامل نہ بھی کریں وہاں یہ ٹوہ لگا کر خود ہی شامل ہوجاتے ہیں۔ ایک نہیں بلکہ کئی مرتبہ وہ مشکوک لوگوں اور جرائم کو بھانپ کر پہلے اپنے طور پر کسی معاملے میں کود پڑتے ہیں اور بعد میں اپنے والد کی مدد حاصل کرتے ہیں۔ دفتر میں انسپکٹر جمشید کا اسسٹنٹ سب انسپکٹر اکرام مجرموں کے بارے میں معلومات کا چلتا پھرتا انسائکلو پیڈیا ہے۔ کیس سے متعلق درکار معلومات انسپکٹر جمشید کو فراہم کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ انسپکٹر جمشید کا اپنی جان سے زیادہ خیال رکھتا ہے۔ محکمے میں چند افسران ایسے بھی ہیں جو انسپکٹر جمشید کی بے پناہ صلاحیت اور ان کی کامیابیوں کی شہرت سے جلتے ہیں ان میں انسپکٹر فاضل سرفہرست ہے جو ہمیشہ افسران بالا کے کان ان کے خلاف بھرتا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی سازشوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو پاتا۔ انسپکٹر جمشید کے اعلیٰ افسران آئی جی صاحب اور ڈی آئی جی شیخ نثار احمد انسپکٹر جمشید کو اپنے بچوں کی طرح عزیز رکھتے ہیں البتہ کبھی کبھی سیاسی دباؤ کی وجہ سے انہیں بادل نخواستہ انسپکٹر جمشید کو معطل بلکہ برخواست بھی کرنا پڑتا ہے۔ خان رحمان اور پروفیسر داؤد صاحبان ان کے بہت

پرانے دوست ہیں اور ہر اہم معاملے میں مدد کیلئے ان کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ خان رحمان کے دونوں بیٹے حامد اور سرور اور بیٹی ناز بھی کچھ مہمات میں انسپکٹر جمشید پارٹی کے ساتھ شامل رہے ہیں۔ ان کا ملازم ظہور خانساماں بھی ہے اور گھر کے باقی کام کاج بھی کرتا ہے اور اس ہلچل میں کبھی سوٹ جلا بیٹھتا ہے تو کبھی ہانڈی۔ وہ اور اس کی بیوی دونوں خان رحمان کے گھر میں ایک عرصے سے ملازمت کر رہے ہیں۔ خان رحمان اکثر ہانڈی اور سوٹ جلانے کی پاداش میں ظہور کو کان پکڑوا کر مرغا بنا دیتے ہیں۔ پروفیسر داؤد کی اکلوتی بیٹی شائستہ سے بھی محمود، فاروق اور فرزانہ کی خوب بنتی ہے۔

انسپکٹر جمشید پارٹی کے ساتھ بڑی اور بین الاقوامی سطح کی مہمات میں انسپکٹر کامران مرزا، منور علی خان اور ان کے بچے بھی ساتھ ہوتے ہیں۔ کبھی شروع سے اور کبھی کسی کیس کے درمیان اتفاقیہ کہیں اچانک ان کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ کامران مرزا اور منور علی خان آپس میں بہت پرانے دوست بھی ہیں۔ آصف کامران مرزا کے ایک اور پرانے ساتھی اور دوست محمود صاحب کا بیٹا ہے۔ آصف کے والد کاروبار کے سلسلے میں بیرون ملک رہتے ہیں لیکن وہ تعلیم کے سلسلے میں اور کامران مرزا کے فرزند آفتاب کے ساتھ گہری دوستی کے سبب ان کے ہی گھر میں بچپن سے رہتا آیا ہے۔ فرحت، منور علی خان کی بیٹی ہے اور وہ بھی بچپن سے کامران مرزا کے گھر پر رہتی ہے۔ آفتاب، آصف اور فرحت بچپن سے ہی سگے بہن بھائیوں کی طرح رہتے آئے ہیں۔ فرحت بھی فرزانہ کی طرح ترکیبیں بتانے کی ماہر ہے۔ جب بھی یہ سب کسی مشکل کا شکار ہو جاتے ہیں یا کسی سازش کے جال میں بری طرح پھنس جاتے ہیں، فرزانہ اور فرحت کی ترکیبوں کے سبب ہی نکل پاتے ہیں۔

ان کی زندگی اسی طرح گزر رہی ہے اور یہ ایک بہت ہی دلچسپ زندگی ہے۔

☆☆☆☆☆

السلام علیکم!

"انشاجہ کا جاسوس" پیشِ خدمت ہے، اس سے مل کر آپ کو یقیناً خوشی ہوگی، لیکن اس ناول میں صرف انشاجہ کا جاسوس ہی نہیں ہے، آپ کے ملک کے جاسوس بھی کار فرما ہیں ... ذرا دیکھیے تو سہی ... کہانی آپ کو کہاں کی کہاں لے جاتی ہے ... آپ جہاں بھی پہنچیں ... مجھے اطلاع ضرور دے دیں، ایسا نہ ہو، آپ کی گم شدگی کے ہزاروں اشتہار شائع کرانے پڑیں اور سراغ آپ کا پھر بھی نہ ملے ... لہٰذا بہتر یہی ہوگا کہ اپنی خیریت کی اطلاع دے دیں ... ویسے بھی دنیا بہت دور نکل گئی ہے ... اور ابھی نکلی جا رہی ہے ... یہ کہاں جا کر رہے گی ... صاف ظاہر ہے ... قیامت پر ... اسی لیے تو میں ان دنوں کتاب لکھ رہا ہوں ... قیامت کب آئے گی ..." لیجیے ... اب آپ مسکرانے لگے، حالانکہ اس میں مسکرانے کی کوئی بات نہیں، بھئی آپ نے سنا نہیں ... بات سے بات نکلتی ہے ... تو دراصل ان دو باتوں میں بھی بات سے بات نکل پڑی ہے ... اس میں میرا قصور ... میں کر ہی کیا سکتا ہوں ... میں تو اس صورت میں بھی کچھ نہیں کر سکتا، اگر بات سے بات کی بجائے کوئی ناول نکل پڑے ... اب کہیں آپ بھی دعا کرنا نہ شروع کر دیجیے کہ میری ہر بات سے ناول نکلنے لگے ... لہٰذا خدا حافظ۔ شکریہ۔

جادوئی خواب

"ارے! یہ میں کہاں ہوں؟" فاروق کی آواز گونجی۔

"یہ بات تو میں آدھ گھنٹے سے سوچ رہی ہوں، مطلب یہ کہ میری آنکھ تم سے آدھ گھنٹا پہلے کھلی تھی۔"

"اور میری آنکھ تم سے بھی پندرہ منٹ پہلے کھلی تھی، مطلب یہ کہ میں پون گھنٹے سے جاگ رہا ہوں ..." محمود کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"اُف خدا! اس کا مطلب ہے، ہم تینوں ہی یہاں ہیں، لیکن یہاں کہاں؟" فاروق بوکھلا اُٹھا۔

"بھئی صرف تم ہی نہیں ... یہاں تو میں بھی ہوں۔"

وہ اچھل پڑے ... یہ آواز ان کے والد کی تھی۔

"ارے باپ رے ... ابا جان! آپ بھی یہیں ہیں، حیرت ہے، یہ چکر کیا ہے، جہاں تک مجھے یاد ہے، ہم سب اپنے گھر میں آرام اور اطمینان سے سوئے تھے ... گھر کے دروازے اور کھڑکیاں

وغیرہ بھی اندر سے بند کر دی گئی تھیں، پھر آخر ہم اپنے گھر میں کیوں نہیں ہیں، کم از کم اس وقت ہم جس کمرے میں ہیں، وہ ہمارے گھر کا تو ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا ...'' محمود نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا اور پھر اُٹھ کھڑا ہوا ... ابھی تک وہ سب کمرے کے پتھریلے فرش پر پڑے تھے ... اب سب کے سب اُٹھ بیٹھے ... پہلے تو آنکھیں ملیں اور پھر ایک دوسرے کو دیکھا، آخر فاروق بولا:

''ضرور ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں۔''

''اگر یہ خواب ہے تو پھر ضرور جادوئی قسم کا خواب ہے ...'' فرزانہ بڑبڑائی۔

''لیجیے ... اب خواب بھی جادوئی ہونے لگے ...'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اس پتھر سے بنائے ہوئے کمرے میں خواب جادوئی نہیں ہوں گے تو کیا جاسوسی ہوں گے ...'' محمود مسکرایا۔

''میرا خیال ہے، ہم کوئی خواب نہیں دیکھ رہے، بلکہ ہم اس کمرے میں قید ہیں۔''

''جی ... قید ہیں ... یہ ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''اگر یہ خواب نہیں ہے تو پھر یہ بات بھی صاف ظاہر ہے کہ ہم اپنے گھر میں نہیں ہیں ... اور چونکہ رات ہم اپنے گھر میں ہی سوئے تھے، اس لیے اس وقت ضرور کسی کی قید میں ہیں۔''

''لل ... لیکن ... ام ... می ...'' فرزانہ ہکلائی۔

''ہمیں یہاں تک لانے والا یا لانے والے انہیں نہیں لائے ... گویا وہ گھر میں ہی رہ گئیں۔''

''تب تو ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

''میں پہلے ہی یہ کوشش کر چکا ہوں ... کمرے کا دروازہ باہر سے بند ہے ... اور چونکہ پورا کمرہ پتھر سے بنایا گیا ہے اور دروازہ بھی لوہے کا لگایا گیا ہے، اس لیے ہم اس دروازے کو توڑنے کے قابل نہیں ہیں۔''

''تو کیا ہمیں اس کمرے میں بند ہی رہنا پڑے گا؟''

''پتا نہیں ان لوگوں کا کیا پروگرام ہے ... وہ آکر بات کریں تو پتا بھی چلے ...'' انسپکٹر جمشید نے فکر مندانہ آواز میں کہا۔

''ہوں! اس کا مطلب ہے، ہم کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں۔''

''اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔''

''کیوں نہ ہم سب مل کر دروازے پر زور لگائیں۔''

''اس سے کیا ہوگا ... میں کر چکا ہوں۔''

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ... اسی وقت کسی نے دروازے پر ایک زوردار ٹھوکر ماری تھی اور پھر بلند آواز میں کہا گیا:

''اس کمرے کو کھولو ... دیکھیں تو سہی ... نادر خان اس بار کیا مال لایا ہے۔''

''مال ...'' ان کے منہ سے بڑبڑانے کے انداز میں نکلا۔

''بہت اچھا اُستاد جگو ...'' کسی نے کہا اور پھر دروازہ کھل گیا۔

چھے ہٹے کٹے آدمی اندر داخل ہوئے، ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا... وہ ان سب سے پہلے کمرے میں داخل ہوا تھا... باقی پانچ اس کے بعد اندر داخل ہوئے:

''ارے! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟'' پستول والا حیران ہو کر بولا۔

''کیا دیکھ رہے ہیں اُستاد جگو؟''

''یہ لوگ رو دھو نہیں رہے... نہایت اطمینان سے کھڑے ہیں... جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔''

''ہاں واقعی ... یہ تو ہم پہلی بار دیکھ رہے ہیں، آج تک ایسا نہیں ہوا کہ یہاں لائے جانے والے روتے دھوتے نظر نہ آئے ہوں ...'' ایک نے کہا۔

''خیر کوئی بات نہیں، ہو سکتا ہے، یہ بہت دلیر ہوں، لیکن ہمارے قابو میں آکر تو اچھے اچھوں کی دلیری ہوا ہو جاتی ہے، اب ان لوگوں کو باہر لے چلو ...'' استاد جگو جلدی جلدی بولا۔

''تم لوگ چاہتے کیا ہو بھئی ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''باہر نکلو ... معلوم ہو جائے گا۔''

''آؤ بھئی، باہر نکلیں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

وہ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھے ... اُستاد جگو اب ان کے پیچھے تھا... وہ چاہتے تو ان لوگوں سے کمرے میں ہی نپٹ سکتے تھے، لیکن ابھی تو انہیں یہی معلوم نہیں ہوا تھا کہ ان لوگوں کا پروگرام کیا تھا۔

ایک ایک قدم اُٹھاتے وہ باہر نکل آئے ... انہوں نے دیکھا، وہ ایک پہاڑی مکان تھا، ان کے چاروں طرف پہاڑ ہی پہاڑ تھے ... نشیب میں کچھ لوگ نظر آرہے تھے:

''اس طرف چلو ...'' استاد جگو نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔

وہ ان کے آگے آگے چلنے لگے۔

''کیا یہ کوئی بے گار کیمپ ہے؟'' محمود نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

''یہ بے گار کیمپ نہیں ہے، لیکن ایک بین الاقوامی بیگار کیمپ کا دفتر ضرور ہے۔

''بین الاقوامی گار کیمپ کا دفتر ... کیا مطلب؟''

''دنیا کے اس تختے پر ایک بین الاقوامی گار کیمپ موجود ہے، اس کیمپ کے دفاتر پوری دنیا میں موجود ہیں ... ان دفاتر کا کام صرف اور صرف یہ ہے کہ ... بچوں اور بڑوں کو اغوا کر کے اس کیمپ تک پہنچایا جائے۔''

''اور اس کیمپ میں لوگوں کا کیا اچار ڈالا جاتا ہے۔''

'' نہیں ! وہاں ایک بہت ہی عظیم منصوبے پر کام ہو رہا ہے، یہ منصوبہ دس سال میں مکمل ہو سکے گا ... اور اس منصوبے میں ہزاروں آدمی کام کر رہے ہیں، یہ لاکھوں آدمی اسی طرح اکٹھے کیے گئے ہیں۔''

'' کیا مطلب؟ '' وہ دھک سے رہ گئے، اس قدر خوف ناک بات شاید انہوں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

'' ہزاروں آدمی اگر دس سال تک مسلسل کسی منصوبے پر کام کریں تو کس قدر عظیم دولت صرف ہوگی، چنانچہ اس منصوبے کو شروع کرنے سے پہلے ماہرین سر جوڑ کر بیٹھے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ کیوں نہ مفت کے کاریگر لگا کر یہ کام لیا جائے ... بس انہیں دو وقت کی روٹی دے دی جایا کرے گی ... اس طرح بہت کم خرچ میں اتنا عظیم منصوبہ مکمل ہو جائے گا۔''

'' لیکن اغوا کر کے بھیجنے والے بھی تو آخر کچھ معاوضہ مانگتے ہوں گے۔''

'' نہیں! ہم لوگ براہ راست اس حکومت کے وفادار ہیں ... اس حکومت کے وفادار ہر ملک میں کام کر رہے ہیں ... وہ پہلے سے ہی جاسوسی کے کام انجام دینے میں مصروف تھے کہ ان کے ذمے یہ کام بھی لگا دیا گیا ... نتیجہ یہ ہوا کہ ان سب نے دن رات ایک کر کے لوگوں کو وہاں پہنچانا شروع کر دیا، وہاں ہر قسم کے ماہرین پہنچائے گئے ہیں ... اس سارے منصوبے کی خاص بات یہ ہے کہ اندھا دھند انداز میں لوگوں

کو اغوا نہیں کیا جاتا، بلکہ پہلے معلومات حاصل کی جاتی ہیں کہ ہمارے مطلب کا کون سا آدمی کہاں موجود ہے اور اس کے بعد اس کام میں ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔''

'' کیا مطلب ... تو کیا ہمارے بارے میں بھی پہلے معلومات حاصل کی گئیں تھیں؟''

'' تم لوگوں کے بارے میں تو خاص ہدایات موصول ہوئی تھیں کہ اس نام کے چار آدمیوں کو بھی کیمپ میں بھیج دیا جائے۔''

'' کیا ہمارے نام لے کر یہ حکم دیا گیا تھا۔''

'' ہاں ... انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق اور فرزانہ۔''

'' تو تم نے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔''

'' یہ میں نے کب کہا ... معلومات بھی حاصل کی گئیں ... اور یہ معلوم ہوا کہ تم لوگ بہت خطرناک ہو، خاص احتیاط کی ضرورت ہے، اسی لیے تو تم لوگوں کو سوتے میں اغوا کیا گیا۔''

'' اور یہاں ... تم نے کوئی انتظام نہیں کیا ... ہم یہاں بھی تو تم لوگوں کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' ہاں ! یہ ٹھیک ہے، لیکن ہم نے ہر طرح کے انتظامات کر رکھے ہیں ... ذرا اپنے چاروں طرف نظر ڈال لو۔''

انہوں نے چاروں طرف دیکھا ... مکان کے چاروں طرف

چٹانوں پر رائفلوں والے نگران چوکس کھڑے تھے اور ان کی رائفلوں کے رخ ان کی طرف تھے، گویا وہ ان کی زد پر تھے، جونہی ذرا بھی حرکت کرتے ... ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جاتی۔

''اور اس کا مطلب ہے، یہ سب لوگ دس سال تک وہاں کام کرتے رہیں گے ... اور دس سال بعد انہیں رہا کیا جائے گا۔''

''ہاں! دس سال بعد انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔''

''اُف خدا ... دس سال کی قید ...'' فرزانہ کانپ کر بولی۔

''ہاں! یہ ٹھیک ہے ... اُستاد جگو مسکرایا۔

''تو تم لوگ اس ملک کے جاسوس ہو؟'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''ہم براہِ راست اس ملک کے جاسوس نہیں ہیں ... اس ملک کا جاسوس تو اس شہر میں کوئی اور ہے ... اسی نے ہمیں ملازم رکھا ہوا ہے اور اس قسم کے کام کراتا رہتا ہے ...'' اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''اور اس کا نام کیا ہے؟''

''افسوس! ہم نام نہیں جانتے ... ہمیں تو وہ بذریعہ ڈاک یا فون ہدایات دیتا رہتا ہے اور ہمارا معاوضہ بھی رجسٹرڈ لفافوں میں ہمیں ملتا رہتا ہے ... ہم نے ان لفافوں پر لکھے اس کے پتوں پر بھی چیکنگ کی، لیکن وہ ہمیشہ فرضی نکلے ... مطلب یہ ہے کہ ہمارے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ وہ کون ہے ... کہاں رہتا ہے۔''

''اب ہمیں اس جگہ تک کس طرح پہنچایا جائے گا ... جہاں اس

منصوبے پر کام ہو رہا ہے۔''

''اسی لیے تو کمرے سے باہر لایا گیا ہے ... اگر تم نے کوئی شرارت کی تو جسم گولیوں سے چھلنی ہو جائیں گے۔''

''اور میں صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ انہوں نے آخر ہمیں کیوں بلایا ہے ... جبکہ وہ ہمارے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔''

''یہ تو وہی جانیں ... ان سے تو ہمارا باس بھی نہیں پوچھ سکتا کہ ان کے فلاں حکم کی کیا اہمیت ہے۔''

''ٹھیک ہے ... ہم کوئی شرارت نہیں کریں گے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

محمود، فاروق اور فرزانہ نے انہیں حیرت زدہ انداز میں دیکھا۔

''کیا کیا جائے بھئی ... ان حالات میں ہم کر ہی کیا سکتے ہیں، تم دیکھ نہیں رہے ... ہمارے چاروں طرف رائفلیں تنی ہیں ... چلیے جناب، کس طرف چلنا ہے ...'' انسپکٹر جمشید نے پُرسکون آواز میں پہلے ان سے اور پھر اُستاد جگو سے کہا۔

''آج کا دن بہت عجیب ہے ...'' استاد جگو بڑبڑایا۔

''کیا مطلب ... دن بہت عجیب ہے۔''

''ہاں! مجھے بتایا گیا تھا، انسپکٹر جمشید اور ان کے بچوں کو اغوا کرنا اوّل تو بہت مشکل کام ہوگا، اگر کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے تو انہیں آگے بھیجنا اور بھی مشکل ثابت ہوگا، کیونکہ اس جگہ سے ہم قیدیوں

کو صرف ہوش و حواس کی حالت میں ہی بھیج سکتے ہیں ... بے ہوشی کی حالت میں نہیں، لہٰذا تم لوگوں کے ہوش میں آنے کا انتظار کیا گیا اور اب تم لوگ بڑے اطمینان اور آرام سے جانے کے لیے تیار ہو۔''

'' ان رائفلوں کے ہوتے ہوئے ہم کر بھی کیا سکتے ہیں ... جان بوجھ کر تو اپنی زندگیاں خطرے میں نہیں ڈال سکتے۔''

'' یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ابا جان؟ '' محمود کے منہ سے نکلا۔

'' تم ہی بتاؤ، ان حالات میں کیا کیا جا سکتا ہے ... '' انہوں نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ سکتے میں آ گئے ... کیونکہ اس سخت لہجے کا مطلب یہ تھا کہ چپ رہو، اس موضوع پر بات نہ کرو ... اس وقت اُستاد جگو بولا۔

'' اب چلو، وقت نہ ضائع کرو۔''

وہ ایک بار پھر ان کے آگے چل پڑے ... اب وہ انہیں ایک بلند چوٹی پر لائے ... یہاں موٹی موٹی سلاخیں پتھروں میں دھنسی ہوئی تھیں اور ان سے موٹے موٹے رسے بندھے تھے:

'' ان رسوں کو پکڑ کر دوسری طرف لٹک جاؤ اور آہستہ آہستہ نیچے اُترنا شروع کر دو۔''

انہوں نے دوسری طرف دیکھا ... نیچے سمندر تھا، لیکن سمندر میں کوئی چیز نظر نہ آئی:

'' کک ... کیا مطلب ... سمندر میں اُتر جائیں ... یہ کیا بات ہوئی؟ ''

'' اس جگہ سے چٹانیں عمودی ہیں ... نیچے سے کوئی شخص ان کے ذریعے اوپر نہیں آ سکتا ... '' استاد جگو مسکرایا۔

'' وہ تو خیر ٹھیک ہے، سوال تو یہ ہے کہ ہم سمندر میں اُتر کر کیا کریں گے۔''

'' کچھ بھی نہیں ... سطح سمندر تک پہنچنے سے پہلے معلوم ہو جائے گا کہ اس طرف کیوں بھیجا گیا ہے۔''

'' ہوں ... آؤ بھئی ... دیکھا جائے گا ... '' انسپکٹر جمشید نے کہا اور رسہ پکڑ کر لٹک گئے۔''

محمود، فاروق اور فرزانہ نے بھی یہی کیا ... اور وہ چاروں تیزی سے نیچے کی طرف چلے۔

'' بھئی واہ ... جھولا جھولنے کا سا لطف آ رہا ہے ... '' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

'' لیکن کہیں تالی نہ بجانا شروع کر دینا، کیونکہ تالی بجانے اور جھولا جھولنے کا چولی دامن کا ساتھ ہے ... '' فرزانہ شریر انداز میں بولی۔

'' ایسے موقعے پر تالی بجائیں ہمارے دشمن ... '' فاروق نے منہ بنایا۔

'' وہ تو خیر بجا ہی رہے ہیں ... تالیاں نہ سہی ... بغلیں سہی ... ''

محمود بولا۔

انہوں نے سر اُوپر اُٹھا کر دیکھا ... اُستاد جگو اور اس کے ساتھی چوٹی پر کھڑے ہنس رہے تھے ... قہقہے لگا رہے تھے۔

'' ابا جان ... آخر آپ نے ان کے خلاف کوئی قدم کیوں نہ اُٹھایا ...'' محمود بولا۔

'' جیسا کہ میرا خیال ہے ... ہم آسانی سے قدم اُٹھا سکتے تھے ...'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

'' ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ... ہم سب کچھ کر سکتے تھے ... ان کا مقابلہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا، لیکن افسوس ... میں ایسا نہیں کر سکتا تھا ...'' انسپکٹر جمشید نے جواب دیا۔

'' آخر کیوں ... یہی تو ہم جاننے کے لیے بے چین ہیں۔''

'' بھئی تم ہی بتاؤ ... جس جگہ ہزاروں آدمی اغوا کر کے لے جائے جا چکے ہیں ... میں وہاں کیوں نہ جاؤں ... میں اس منصوبے کی اینٹ سے اینٹ کیوں نہ بجاؤں ... اینٹ سے اینٹ بجا کر ان ہزاروں لوگوں کو ظلم سے نجات کیوں نہ دلاؤں ... اور پھر ان ہزاروں لوگوں میں ہمارے ملک کے بھی تو لوگ ہوں گے۔''

'' اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

انہوں نے محسوس کیا ... واقعی اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اس جگہ پہنچ جائیں۔

☆☆☆☆☆

بلی بھیج دیں

جونہی انہوں نے سطح کو چھوا ... ایک آب دوز اُبھر آئی ... گویا وہ ان کا انتظار ہی کر رہی تھی ... آب دوز کا دروازہ کھلا اور اسٹین گنیں لیے چار آدمی نظر آئے۔

'' چلو بھئی ... سوار ہو جاؤ۔''

'' بہت بہتر! شاید آپ سطح کے نیچے ہمارا ہی انتظار کر رہے تھے۔''

'' ہاں ... یہ ٹھیک ہے ...'' ان میں سے ایک نے کہا۔

انہوں نے رسے چھوڑ دیے اور آب دوز پر آ گئے۔

'' کوئی غلط حرکت نہ کرنا، نتیجہ موت کی صورت میں نکلے گا۔''

'' اچھا! نہیں کریں گے ... فاروق نے کہا۔

ان پر حیرت زدہ نظریں ڈالی گئیں ... اور پھر انہیں رسیوں سے جکڑ دیا گیا ... جکڑنے کے بعد آب دوز کے ایک کونے میں ڈال دیا گیا، پھر دروازہ بند ہو گیا اور آب دوز پانی میں اُترنے لگی ... وہ چاروں

اسٹین گنیں لیے ان کے سروں پر موجود رہے:

'' اب جب کہ ہمیں باندھ لیا گیا ہے، پھر ہمارے سروں پر کھڑے ہونے کی کیا ضرورت ہے ... '' محمود تلملا کر بولا۔

'' ہدایات یہی ہیں۔''

'' معلوم ہوتا ہے، ہمیں بلانے والے ہم سے بہت خوفزدہ ہیں، پھر آخر ہمیں بلانے کی کیا ضرورت تھی۔''

'' وہ خوف زدہ نہیں، ہاں احتیاط ضرور کر رہے ہیں، دوسرے یہ کہ وہاں جب تک کسی کی شدید ضرورت نہ ہو، اسے نہیں بلایا جاتا۔''

'' ہوں! ہمارا سفر کتنی دیر کا ہوگا۔''

'' کئی گھنٹے کا ... لہٰذا تم سو جاؤ۔''

'' سو جائیں ... کیسے سو جائیں ... ان حالات میں سونے کا کیا خاک لطف آئے گا ... '' فاروق نے بھنا کر کہا۔

'' لطف آئے نہ آئے ... سونا تو ہوگا ... '' یہ کہہ کر ان میں سے ایک آگے بڑھا اور ان کی ناکوں سے ایک رومال چھوتا چلا گیا ... دوسرے ہی لمحے ان کے ذہن تاریکی میں ڈوب گئے۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو ایک آرام دہ کمرے میں بستروں پر لیٹے تھے اور رسیاں بھی کھول دی گئی تھیں:

'' اوہ! ماسٹر ... یہ لوگ جاگ گئے ... '' ایک آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی ... انہوں نے گردنیں گھما کر دیکھا ... وہ ایک سرخ سی

رنگت کا آدمی تھا ... ہاتھ میں ایک کتاب تھی، گویا وہ ان کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا ... انہیں آنکھیں کھولتے دیکھ کر وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا، لیکن اس نے جملہ جس سے کہا تھا، وہ کمرے میں نظر نہیں آ رہا تھا۔

'' اچھا ... میں آ رہا ہوں ... '' کمرے میں دوسری آواز ابھری۔

'' کیا ہمارا سفر ختم ہو چکا ہے ... '' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' ہاں! آپ لوگوں کو جہاں پہنچنا تھا، پہنچ چکے۔''

'' شکریہ! کیا ہم یہاں قیدی ہیں۔''

'' ارے نہیں! آپ لوگ تو معزز مہمان ہیں ... '' اس نے فوراً کہا۔

'' تو مہمانوں کو بے ہوش کر کے اور رسیوں سے باندھ کر لایا جاتا ہے ... '' فاروق نے منہ بنایا۔

'' یہ بات نہیں ... مجبوری کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے ... اس جگہ آج تک جتنے لوگوں کو بھی لایا گیا ہے، بے ہوش کر کے ہی لایا گیا ہے، کیونکہ کسی کو نہیں معلوم ... یہ منصوبہ دنیا کے کس حصے میں مکمل کیا جا رہا ہے اور نہ ہم چاہتے ہیں، یہ بات کسی کو معلوم ہو۔''

'' اور منصوبہ کیا ہے۔''

'' افسوس ... یہ بات آپ کو نہیں بتائی جا سکتی۔''

'' تب ہم مہمان تو نہ ہوئے ... '' محمود نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

ٹھیک اسی وقت دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد کا اور سرخ رنگ کا آدمی اندر داخل ہوا:

''ماسٹر سے ملیے ... یہ اس سارے منصوبے کے نگران اعلیٰ ہیں۔''

''آپ سے مل کر ... کہہ نہیں سکتے، خوشی ہوئی یا رنج ...'' فاروق نے کہا۔

''کوئی بات نہیں، حالات ہی ایسے ہیں، آپ کو آپ کے گھر اور ملک سے آپ کی مرضی کے بغیر یہاں لایا گیا ہے، لہٰذا صاف ظاہر ہے، آپ مجھ سے مل کر کس طرح خوش ہو سکتے ہیں، بہرحال میں ضرور خوش ہوا ہوں ... کیونکہ دنیا کے ایک مشہور سراغرساں سے پہلی ملاقات ہوئی ہے۔''

''شکریہ ... یہ بتایئے ... ہمیں یہاں بلایا کیوں گیا ہے ... کیا ہم بھی یہاں دس سال تک کام کریں گے ...'' انسپکٹر جمشید برا سا منہ بنا کر بولے۔

''اوہ نہیں ... بالکل نہیں ... ایسا کوئی پروگرام نہیں ... آپ لوگ ان لوگوں میں شامل نہیں ...'' اس نے جلدی سے کہا۔

''کیوں ... یہ کیا بات ہوئی؟''

''آپ تو ہمارے معزز مہمان ہیں، ایک ضرورت کے تحت بلایا گیا ہے ... اگر وہ ضرورت پیش نہ آجاتی تو آپ جیسے لوگوں کو تکلیف نہیں دی جا سکتی تھی۔''

''گویا آپ ہمیں یہاں بلانے پر مجبور تھے۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''اور وہ مجبوری کیا ہے؟''

''ہمارے منصوبے میں ایک عجیب سی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے، اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے آپ کو بلایا گیا ہے۔''

''رکاوٹ ... کیا مطلب!'' انسپکٹر جمشید چونک کر بولے۔

''جی ہاں! کام بہت خوبی سے جاری تھا ... کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں تھی، لیکن پھر اچانک رکاوٹ پڑ گئی۔''

''جب تک ہمیں ساری بات معلوم نہ ہو، بھلا ہم کیا کر سکتے ہیں ... اور پھر عجیب بات تو یہ ہے کہ آپ لوگوں کے پاس تو ایک سے بڑھ کر ایک ماہر موجود ہے، پھر بھلا ہم بے چاروں کو کیوں تکلیف دی گئی ہے۔''

''ہم اپنے ماہرین کو آزما چکے ہیں، وہ رکاوٹ کا سراغ لگانے میں ناکام ہو گئے ہیں، آخر منصوبے کے خالق نے آپ لوگوں کا نام تجویز کیا اور بورڈ نے منظوری دے دی، اس کے بعد میں نے کارکنوں کو ہدایات دیں کہ آپ لوگوں کو کیمپ پہنچا دیا جائے۔''

''ہوں! ٹھیک ہے ... اگر کام ہمارے کرنے کے قابل ہوا تو ضرور کریں گے۔''

''تو پھر ... آپ لوگ پہلے ناشتا کریں ... اس کے بعد میں آپ

کو میدان میں لے چلوں گا...'' ماسٹر بولا۔

''ناشتا... تو کیا رات گزر چکی ہے؟''

''ہاں! آپ لوگ رات بھر سفر میں رہے ہیں۔''

''کیا آپ ہمیں یہ نہیں بتائیں گے کہ ہم کس ملک میں ہیں۔''

''جی نہیں... افسوس! یہ بات نہیں بتائی جا سکتی۔''

''اچھی بات ہے، جیسے آپ کی مرضی۔''

''شکریہ! اب میں چلوں گا... ابھی چند منٹ میں ناشتا آجاتا ہے۔''

''ایک منٹ جناب... آپ نے بتایا ہے کہ آپ اپنے ماہرین کو آزما چکے ہیں، لیکن وہ رکاوٹ دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے... سوال یہ ہے کہ ہم تو کسی فن کے ماہر نہیں ہیں... پھر بھلا کس طرح اس رکاوٹ کو دور کر سکیں گے...'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''کچھ سوچ کر ہی آپ کو بلایا گیا ہے... دراصل وہ رکاوٹ جاسوسی قسم کی رکاوٹ ہے...'' ماسٹر نے کہا۔

''جی... کیا مطلب؟'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

ماسٹر کمرے سے جا چکا تھا... اور دوسرا سرخ چہرے والا بت کی طرح کمرے کے ایک کونے میں کھڑا تھا۔

☆☆☆

''جاسوسی رکاوٹ...'' محمود بڑبڑایا۔

''ابھی دیکھا جائے گا... فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے...'' فرزانہ بولی۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور سیاہ رنگ کا ایک آدمی ناشتے کی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا:

''آپ کے لیے ناشتا حاضر ہے...'' اس نے ادب سے کہا۔

''شکریہ!'' وہ ایک ساتھ بولے۔

ناشتا ایک میز پر لگا دیا گیا، وہ اس کے گرد آ بیٹھے، سیاہ فام آدمی چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوگیا، دوسرا آدمی بھی جوں کا توں اپنی جگہ موجود رہا... انہوں نے دیکھا، ناشتے میں انڈے، ڈبل روٹی اور بسکٹ وغیرہ تھے... چائے کی ایک چینک بھی تھی۔

''آپ لوگ ہمارے ساتھ ناشتا نہیں کریں گے...'' انسپکٹر جمشید نے ان دونوں سے کہا۔

''جی نہیں... یہ ناشتا آپ کے لیے ہے...'' سرخ چہرے والا بولا۔

''نہیں بھئی... یہ ٹھیک نہیں، آپ کو ناشتا ہمارے ساتھ کرنا ہوگا۔''

''افسوس! ہم ایسا نہیں کر سکتے...'' سرخ چہرے والا بولا۔

''کم از کم آپ تو آئیے...'' انسپکٹر جمشید نے سیاہ فام سے کہا۔

''م ... میں ... نن ... نہیں ... میں یہ ناشتا نہیں کرسکتا۔''

''کیوں ... کیا بات ہے؟'' انسپکٹر جمشید دوستانہ انداز میں بولے۔

''حکم نہیں ہے ... یہ آپ کے لیے ہے۔''

''اچھا یہ بات ہے ... تو پھر ہم بھی یہ ناشتا نہیں کریں گے۔''

''کیا کہا ... ناشتا نہیں کریں گے، لیکن کیوں ...'' سیاہ فام نے حیران ہو کر کہا۔

''بس ٹھیک ہے ... یہ ناشتا اُٹھا کر لے جائیں ... ہم نہیں کرتے ...'' انسپکٹر جمشید بھی گویا ضد پر اڑ گئے۔

''انسپکٹر جمشید ... یہ لوگ الگ ناشتا کریں گے، یہ صرف آپ کے لیے ہے ...'' ماسٹر کی آواز کمرے میں گونجی۔

''تب پھر ان لوگوں کو کمرے سے بلا لیجیے ... ہم ان کی موجودگی میں ان کے بغیر ناشتا نہیں کر سکتے۔''

''ٹھیک ہے ... تم دونوں آ جاؤ بھئی۔''

''او کے سر!'' انہوں نے ایک ساتھ کہا اور باہر نکل گئے ... محمود، فاروق اور فرزانہ حیران تھے کہ ان کے والد ضد پر کیوں اڑ گئے ... ان دونوں کے جانے کے بعد انہوں نے ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھائے ہی تھے کہ وہ بول اُٹھے:

''ایک منٹ ٹھہرو بھئی ...'' یہ کہہ کر انہوں نے بلند آواز میں کہا:

''ماسٹر صاحب ... کم اَز کم ایک بلی کو تو بھیج دیں ... جسے ہم ناشتے میں شریک کر سکیں۔''

''کیا مطلب؟''

''میں نے عرض کیا ہے ... ایک بلی بھیج دیں۔''

''انسپکٹر جمشید ... آپ پہلے امتحان میں کامیاب ہو گئے ... اب مجھے یقین ہو چلا ہے کہ آپ منصوبے کی رکاوٹ کو دور کر دیں گے۔''

''پہلے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں ... اس جملے کا کیا مطلب ابا جان ...'' فاروق بولا۔

''اوہ ... تو یہ بات ہے ...'' فرزانہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

محمود اور فاروق نے حیرت زدہ انداز میں فرزانہ کی طرف دیکھا اور پھر وہ بھی حیرت زدہ رہ گئے ... اسی وقت دروازہ کھلا، اور وہی سیاہ فام ناشتے کی ایک اور ٹرے اُٹھائے اندر داخل ہوا۔

''تو اس ناشتے میں زہر تھا ...'' محمود بولا۔

''ہاں! ہمیں آزما رہے تھے یا ہماری ذہانت کا اندازہ لگانے کی کوشش تھی ...'' انہوں نے جوب دیا۔

''لیکن آپ کو کس طرح شک ہوا؟''

''سیاہ فام کی چور نظروں سے ... اس کی آنکھوں نے سارا بھید کھول دیا ...'' وہ بولے۔

''آپ واقعی بہت ذہین لوگ ہیں ... اب مجھے بہت خوشی محسوس

ہو رہی ہے ... جلدی سے ناشتا کریں، پھر کیمپ میں چلیں گے۔''

''ہم جلدی جلدی ناشتا کرنے کے عادی نہیں ہیں ماسٹر، کیونکہ اس طرح ہاضمہ خراب ہوتا ہے ... لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم ضرورت سے زیادہ دیر لگائیں گے ... یہ وقت ضائع کرنے والی بات ہوگی۔''

''اچھا بھئی ... جتنی دیر لگانی ہے، لگا لو ...'' ماسٹر نے شاید تنگ آ کر کہا۔

پندرہ منٹ بعد وہ ناشتے سے فارغ ہو گئے ... سیاہ فام ٹرے اُٹھا کر کمرے سے نکل گیا ... سرخ چہرے والا اب پھر کمرے میں آ کھڑا ہوا تھا ... دو منٹ بعد ماسٹر پھر آیا اور بولا:

''چلیے ... آپ کو کیمپ کی سیر کرا لاؤں۔''

''معاف کیجیے گا جناب ... ہم کام کے اوقات میں سیر کے عادی نہیں، ہمیں تو آپ یہ بتائیے کہ کام کیا ہے۔''

''ہاں ہاں ... وہ بھی عرض کرتا ہوں۔''

وہ اس کے ساتھ کمرے سے نکلے ... انہوں نے دیکھا، وہ ایک خوبصورت سی عمارت سے گزر رہے تھے، عمارت سرمئی رنگ کی تھی ... یوں لگتا تھا جیسے پتھروں کو تراش کر بنائی گئی ہو، لیکن درحقیقت یہ پتھروں کی نہیں تھی ... عمارت سے باہر نکلے تو ان کے سامنے ایک وین کھڑی تھی ... ماسٹر کے اشارے پر وہ اس میں داخل ہو گئے، ماسٹر بھی ان کے

ساتھ پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا ... وین چل پڑی ... اب انہیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا، کیونکہ وین بالکل بند تھی اور اس میں شیشے بھی اندھے لگے ہوئے تھے۔

''آپ تو بہت زیادہ راز داری سے کام لے رہے ہیں جناب۔''

''ہاں! کیا کیا جائے مجبوری ہے ...'' وہ بولا۔

''آخر یہ منصوبہ کیا ہے؟''

''منصوبے کے چکر میں نہ پڑیں، آپ کو تو صرف رکاوٹ دور کرنا ہے۔''

''لیکن جب تک منصوبے کی تفصیلات ہمیں معلوم نہ ہوں گی، ہم رکاوٹ کس طرح دور کر سکیں گے ...'' انسپکٹر جمشید منہ بنا کر بولے۔

''میں کوشش کروں گا کہ جہاں تک ضروری ہوا، آپ کو منصوبے کے بارے میں بتا دوں۔''

''آپ کا نام کیا ہے؟''

''میں یہاں ماسٹر کہلاتا ہوں۔''

''تو آپ اپنا اصل نام بھی نہیں بتانا چاہتے۔''

''یہی سمجھ لیں ...'' اس نے کہا۔

ان کا سفر بیس منٹ تک جاری رہا، پھر وین رُک گئی اور اس کا پچھلا دروازہ خود بخود کھل گیا ... ماسٹر نیچے اُتر گیا ... اور انہیں نیچے اُترنے کا اشارہ کیا ... نیچے اُتر کر انہوں نے دیکھا ... وہ ایک بہت

بڑے ہال میں موجود تھے ... اتنے بڑے ہال میں کہ وین بھی اس میں کھڑی کوئی چھوٹی سی چیز نظر آ رہی تھی ... یہاں عمارات بنانے کا سامان بھرا پڑا تھا ... جدید ترین سامان اور مشینری:

''تو آپ کوئی عمارت بنوا رہے ہیں۔''

''ہاں! اور یہ عمارت اس قدر بڑی ہے کہ ہزاروں آدمی کام کر کے اسے دس سال میں مکمل کریں گے۔''

''ہاں! ... یہ ہم سن چکے ہیں ... دوسری بات یہ کہ یہاں دوسرے ملکوں سے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر لایا جا رہا ہے ... گویا ان سے بے گار لی جا رہی ہے، انہیں صرف دو وقت کا کھانا دیا جاتا ہے ... دوسرے لفظوں میں آپ نے لاکھوں مظلوم یہاں قید کر رکھے ہیں ... آخر اتنا ظلم کس لیے ... کیا آپ لوگوں کے پاس سرمائے کی کمی ہے ... اگر کمی ہے تو پھر ایسا منصوبہ شروع کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔''

''یہ بات نہیں ... دراصل ہم نے اخراجات کا حساب لگایا تھا ... اس سے ملک کی مالی حالت پر بُرا اثر پڑتا تھا، اس لیے یہ پروگرام طے کیا گیا ... منصوبہ پر عمل وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، کیونکہ جو ... لیکن نہیں، اس سلسلے میں بھلا میں آپ کو کیا بتا سکتا ہوں ... اس سامان کو دیکھ رہے ہیں ... اس قسم کے دس ہال سامان سے بھرے پڑے ہیں ... اور یہ سب کا سب استعمال میں آ جائے گا ... بلکہ اور سامان بھی آ رہا ہے اور آتا رہے گا ... اب آئیے میرے ساتھ ... آپ کو اصل جگہ لے

چلوں۔''

یہ کہہ کر وہ پھر وین کی طرف مڑا، وہ بھی اس کے ساتھ وین میں بیٹھ گئے، ان کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی ... ایک بار پھر انہیں آدھ گھنٹے تک سفر کرنا پڑا، پھر ماسٹر نے کہا:

''اب میں وین کے شیشے گرا رہا ہوں ... یہ سیر وین میں بیٹھے بیٹھے ہی ہوگی ... اس کے بعد میں بتاؤں گا کہ اصل معاملہ کیا ہے ...''

یہ کہہ کر اس نے ایک بٹن دبا دیا ... وین کے شیشے نیچے گر گئے ... دوسرا لمحہ حیران کن تھا ... وین ایک سڑک پر کھڑی تھی ... سفید لائنیں سڑک کے دونوں طرف لگی ہوئی تھیں، سڑک کے دونوں طرف عمارات بن رہی تھیں، عمارات کو بنانے میں ہزاروں آدمی کام کر رہے تھے۔

''یہ ... یہ سب کیا ہے؟'' انسپکٹر جمشید بوکھلا اُٹھے۔

''کیا آپ سمجھے نہیں ...'' ماسٹر مسکرایا۔

''ابھی تک نہیں۔''

''اچھا تو پہلے سیر مکمل کر لیں۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی وین چل پڑی ... اب وہ باہر کے مناظر دیکھ رہے تھے ... وین کبھی دائیں مڑتی، کبھی بائیں ان کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی ... یہاں تک کہ سیر مکمل ہوگئی ... اس میں انہیں آدھ گھنٹا لگا۔

''اب کیا خیال ہے ...'' ماسٹر بولا۔

''کیا اب ہم واپس جا رہے ہیں۔''

''نہیں ! اب میں آپ لوگوں کو ایک کمرے میں لے چلوں گا، وہاں چند لوگوں سے ملواؤں گا ... رکاوٹ کا سبب ان میں سے صرف ایک آدمی ہے اور وہی ہمارا غدار ہے ... ہم اب تک اس کا سراغ نہیں لگا سکے، لیکن پہلے آپ بتایئے ... اس سیر کے بعد آپ کس نتیجے پر پہنچے تھا۔''

''اس پر کہ آپ پورا ایک شہر بنوا رہے ہیں، کیونکہ پوری سیر کے دوران میں نے آسمان کی ایک جھلک تک نہیں دیکھی، لہٰذا میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ شہر زمین دوز بنایا جا رہا ہے۔''

''اوہ !'' محمود، فاروق اور فرزانہ کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

آخری موقع

''آپ کا اندازہ بالکل ٹھیک ہے انسپکٹر جمشید ... یہ ایک زمین دوز دنیا ہے ... یا یوں کہہ لیں کہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، دس سال بعد جب یہ تیار ہو جائے گا تو دیکھنے کے قابل ایک چیز ہوگا ... اب آیئے اصل جگہ چلیں، وہاں ہمارا انتظار ہو رہا ہوگا، کیونکہ میں آپ لوگوں کی آمد کی اطلاع دے چکا ہوں۔''

''چلیے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

ایک بار پھر وین کا سفر شروع ہوا ... آخر وین رک گئی، وہ نیچے اترے ... انھوں نے خود کو ایک تیار شدہ عمارت کے سامنے پایا، ماسٹر کے پیچھے چلتے ہوئے وہ اس عمارت میں داخل ہوئے اور دو تین برآمدے مڑنے کے بعد ایک بڑے سے کمرے میں آئے ... کمرے میں بیٹھے تین آدمی انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

''ہیلو ... کیا حال ہے ...'' ماسٹر بولا۔

''بالکل ٹھیک ...'' تینوں ایک ساتھ بولے۔

'' انسپکٹر جمشید اور ان کے بچوں سے ملیے ... انہیں آپ تینوں کے لیے یہاں بلایا گیا ہے۔''

'' خوشی ہوئی یہ جان کر ... '' ان میں سے ایک نے کہا۔

'' انسپکٹر جمشید ... اب ان کا تعارف آپ سے کراتا ہوں ... یہ مسٹر جوبان ہیں ... اس شہر کے انجینئر ... یہ مسٹر فرنام ہیں، یہاں کے الیکٹریشن ... اور یہ ہیں مسٹر نونگ، نقشہ نویسی کے ماہر ... یہاں جتنا کام بھی ہو رہا ہے، ان کی نگرانی میں ہو رہا ہے ... ان کی ماتحتی میں سو سو ماہر موجود ہیں جو فیلڈ میں کام کراتے ہیں اور ان سب کی نگرانی میرے ذمے ہے ... ان تینوں حضرات کو پوری احتیاط کے بعد یہاں لایا گیا تھا ... یہ خیال پہلے سے تھا کہ کہیں یہاں لائے جانے والوں میں کوئی غیر ملکی جاسوس نہ شامل ہو جائے، لیکن افسوس ... ہماری ساری احتیاط دھری کی دھری رہ گئی ... اب اس بات میں کوئی شک نہیں، بلکہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان تین میں سے ایک ضرور غیر ملکی جاسوس ہے۔''

'' اوہ! '' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا، جب کہ جوبان، فرنام اور نونگ خاموش بیٹھے رہے۔

'' آخر آپ یہ دعویٰ کس طرح کر سکتے ہیں ... '' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' کام میں ایک ایسی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے، جو ان تینوں کے

علاوہ کوئی پیدا نہیں کر سکتا ... اس کا اعتراف یہ تینوں بھی کرتے ہیں کہ ان کے ماتحتوں میں سے کوئی شخص اس قابل نہیں کہ وہ رکاوٹ پیدا کر سکے ... اب سوال یہ ہے کہ رکاوٹ پیدا کرنے والا کون ہے ... بس آپ کو اس بات کا سراغ لگانا ہے۔''

'' اور آپ کے سراغرساں اس بات کا سراغ نہیں لگا سکے ... '' انسپکٹر جمشید حیران ہو کر بولے۔

'' نہیں ... اگر وہ لگا لیتے تو پھر آپ لوگوں کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی ... '' اس نے منہ بنا کر کہا۔

'' سب سے پہلے تو ہمیں یہ بتایا جائے کہ وہ رکاوٹ ہے کیا، دوسرے یہ بتایا جائے کہ اگر ہم اس کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو گئے تو اس کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔''

'' میرا ایک سوال اور ہے ... کیا آپ لوگ یہ شہر غیر قانونی طور پر بنوا رہے ہیں؟''

'' کیا مطلب؟ '' ماسٹر نے چونک کر پوچھا۔

'' کیا یہ شہر مجرموں کا کوئی اڈا ہو گا؟ ''

'' نہیں! ایسی کوئی بات نہیں۔''

'' گویا یہ شہر آپ کی حکومت کی منظوری سے بن رہا ہے؟ ''

'' ہاں بالکل۔''

'' تب پھر ہمیں اغوا کر کے لانے کی کیا ضرورت تھی ... حکومتی سطح

پر بھی تو بلوایا جا سکتا تھا۔"

"ہمارے اور آپ کے ملک کے تعلقات بہت ناخوش گوار ہیں، آپ لوگ کبھی بھی ہمارے ہاں نہ آتے، نہ آپ کی حکومت اجازت دیتی۔"

"ہوں! میں سمجھ گیا... یہ سوال کرنے سے میرا مطلب بھی یہی تھا کہ معلوم ہو جائے... آپ کا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"اوہ!" ماسٹر کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا، پھر اس نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے کہا:

"کیا اندازہ لگایا پھر آپ نے؟"

"آپ کا تعلق ہمارے دشمن ملک وناس سے ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے... میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا۔"

"ہوں! اب اگر میں یہ کہوں کہ ہم وناس کے لیے کوئی کام نہیں کر سکتے تو؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس صورت میں آپ لوگوں کو بھی یہاں دس سال تک مزدور کی حیثیت سے کام کرنا پڑے گا..." ماسٹر نے منہ بنایا۔

"ہوں! خیر... اب بڑی رکاوٹ کے بارے میں بتایئے۔"

"رکاوٹ یہ ہے کہ ہم اعلیٰ سے اعلیٰ اور جدید ترین مشینری یہاں لاتے ہیں، لیکن وہ یہاں آنے کے ایک دو دن بعد ہی بے کار ہو جاتی ہے..." ماسٹر نے کہا۔

"جی کیا مطلب... بے کار ہو جاتی ہے..." محمود حیران رہ گیا۔

"جی ہاں! لاکھ کوشش کے باوجود مشینری کام کے قابل نہیں رہتی... یہاں تک کہ ہمیں دوسری لانا پڑتی ہے، لیکن ایک دو دن بعد ہی وہ بھی ٹھس ہو جاتی ہے... اس طرح کام کی رفتار بہت سست ہو کر رہ گئی ہے... بلکہ ایک طرح سے اصل کام بند ہو گیا ہے... اور یہ سلسلہ گزشتہ دو ماہ سے چل رہا ہے... ہمارے سراغرساں رکاوٹ پیدا کرنے والے کا سراغ لگانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔"

"اور ان سراغرسانوں نے صرف ان تینوں حضرات کو چیک کیا، کسی اور کو نہیں۔"

"ہاں! صرف ان تینوں کو، کیونکہ ان تینوں کے علاوہ کس میں اتنی صلاحیت ہے کہ رکاوٹ پیدا کر سکے۔"

"کیوں... ان کے پاس جو سو سو ماہر ہیں، ان میں سے کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔"

"نہیں... مشینری کو صرف یہ تینوں سمجھ سکتے ہیں۔"

"بلکہ تینوں بھی کیوں... صرف دو کہیے..." فرزانہ بول اٹھی۔

"کیوں... دو کیوں؟" ماسٹر نے چونک کر کہا۔

"اس لیے کہ مسٹر ٹونگ تو نقشہ نویس ہیں... ان کا مشینری سے کیا تعلق؟"

"جی نہیں... ان کا تعلق بھی برابر کا ہو سکتا ہے... یہ عام نقشہ

تو لیس نہیں ہیں ... یہ بھی ایک طرح سے انجینئر ہیں ...'' ماسٹر بولا۔

'' ہوں ... اچھا خیر ... آپ کو یقین ہے کہ ان تینوں میں سے ایک کے سوا کوئی رکاوٹ کا سبب نہیں بن سکتا۔''

'' ہاں ... اس پر تو سبھی کا اتفاق ہے، خود ان تینوں کا بھی یہی کہنا ہے ...'' ماسٹر بولا۔

'' کیا یہ تینوں آپ کے اپنے ملک کے نہیں ہیں؟''

'' مسٹر جوہان کا تعلق ہمارے ملک سے ہے، ان دونوں کو دو دوست ممالک سے بلوایا گیا ہے، کیونکہ یہ عالمی شہرت کے مالک ہیں۔''

'' ہوں ... ٹھیک ہے ... ہم تفتیش شروع کر دیں گے، لیکن ہمیں ہر طرح کی آزادی ہونی چاہیے ... ہم جس سے جی چاہے گا سوال کریں گے اور جہاں چاہیں گے، گھومیں پھریں گے۔''

'' بالکل ٹھیک ... آپ پر کوئی پابندی نہیں ہوگی ... پابندی اگر ہوگی بھی تو صرف اتنی کہ آپ اس دنیا سے باہر نہیں جا سکتے ... جانا بھی چاہیں گے تو نہیں جا سکیں گے، کیونکہ اس دنیا سے نکلنے کا راستہ ہم اندر سے نہیں کھول سکتے۔''

'' یہ تینوں حضرات بھی نہیں ...'' فاروق نے ان کی طرف اشارہ کیا۔

'' جی نہیں ... یہ بھی نہیں۔''

'' ہوں ! گویا باہر نکلنے کا راستہ صرف آپ کھول سکتے ہیں۔''

'' افسوس ! میں بھی نہیں۔''

'' کک ... کیا مطلب ...'' وہ چونک اٹھے۔

'' مجھے بھی دوسروں کے ساتھ یہاں دس سال تک ہی رہنا ہو گا ... میں بھی دس سال بعد ہی باہر نکل سکوں گا ... باہر نکلنے کا راستہ صرف اور صرف ایک شخص کھول سکتا ہے۔''

'' اور وہ کون ہے؟''

'' وہ یہاں نہیں ہوتے ... اوپر ہی رہتے ہیں ... ہاں ان کے احکامات ہمیں ملتے رہتے ہیں، ہدایات موصول ہوتی رہتی ہیں ... اور ان کا نام مسٹر شیلاک ہے۔''

'' شیلاک ...'' فاروق حیرت زدہ انداز میں بولا۔

'' کیوں ... کیا بات ہے ... اس میں حیرت کا کیا مقام۔''

'' شیلاک ... بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے شیش ناگ ...'' فاروق نے کہا۔

'' میں نے آپ کے بارے میں سن رکھا ہے ... آپ دوسروں کو باتوں میں الجھا کر اپنا کام نکالتے ہیں، لیکن یہاں صورتِ حال اور ہے ... آپ کو اپنی آزادی کے لالے پڑ جائیں گے۔''

'' سوال یہ ہے کہ اگر ہم آپ کا مجرم آپ کے حوالے کر دیں تو آپ ہمیں باہر کس طرح بھیج دیں گے ... اپ تو خود باہر نہیں جا سکتے۔''

'' یہ مسٹر شیلان کا کام ہوگا ... ہم تو بس انہیں اطلاع دے دیں

گے کہ ان لوگوں نے اپنا کام ختم کر لیا ہے ... اور پھر وہ خود ہی آپ کو یہاں سے نکال لیں گے ... ہم نے جو وعدہ کیا ہے، اسے پورا کر کے رہیں گے۔''

''شکریہ! اب ایک آخری بات ... آپ کا ملک اتنا دولت مند ہے، پھر غیر قانونی اور غیر انسانی طور پر اتنے لوگوں کو یہاں کیوں جمع کیا ہے۔''

''اس سارے معاملے کو خفیہ رکھنا ہے، لہٰذا اس سال سے پہلے کوئی اوپر نہیں جا سکے گا ... لہٰذا اجرت پر بھی کوئی آنے کو تیار نہ ہوتا ... اس کی تو بس یہی صورت تھی ... اب رہا یہ سوال کہ ہم نے دوسرے ملکوں کے لوگوں کو یہاں کیوں جمع کیا ... تو ہمیں کیا پڑی تھی کہ اپنے ملک کے ہزاروں آدمی یہاں ٹھونستے۔''

''لیکن یہ تو ظلم ہے۔''

''کیوں ... ظلم کیوں؟''

''تو آپ کے خیال میں یہ ظلم ہی نہیں ہے۔''

''نہیں! اپنے ملک اور قوم کی بھلائی کے لیے جو کام کیا جائے گا، وہ ظلم نہیں کہلائے گا۔''

''یہ عجیب نظریہ ہے ... اور اس ظلم پر ظلم یہ کہ یہ بے چارے سورج کی روشنی سے محروم رہیں گے۔''

''خیر ... ایسا تو نہیں ہے ...'' ماسٹر مسکرایا۔

''کیا مطلب ... ایسا نہیں ہے۔''

''ہاں ... یہ رات کا وقت ہے ... صبح جب آپ لوگ شہر میں گھومیں گے تو پھر سورج کی روشنی کو بھی شہر کی سڑکوں پر پائیں گے ... اس کا انتظام کر لیا گیا ہے۔''

''اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔''

''سیاہ فام آدمی آپ لوگوں کا خدمت گزار ہوگا ... وہی آپ کے آرام اور کھانے کا خیال رکھے گا ... آپ کو آپ کے کمروں تک بھی وہی لے جائے گا ... میرا خیال ہے، آپ صبح سے اپنا کام کرنا شروع کریں گے۔''

''جی نہیں! ہم نے صبح ہونے کا انتظار کبھی نہیں کیا ... ہم ابھی اور اسی وقت کے قائل ہیں، لہٰذا یہ تفتیش اسی وقت سے شروع ہو رہی ہے۔''

''جیسے آپ کی مرضی ... میں تو پھر چلتا ہوں ...'' ماسٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''مجھے افسوس ہے ... آپ نہیں جا سکتے ...'' انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

''کیا مطلب؟'' ماسٹر دھک سے رہ گیا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ نے بوکھلا کر اپنے والد کی طرف دیکھا۔

☆☆☆

انسپکٹر جمشید نے چند سیکنڈ تک کچھ نہ کہا، بس ماسٹر پر نظریں جمائے رکھیں ... ادھر ماسٹر ٹکٹکی باندھے ان کی طرف دیکھتا رہا، آخر تنگ ...

آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

'' ہمیں تفتیش کے تمام تر اختیارات سونپ دیے گئے ہیں نا ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' ہاں ! یہ ٹھیک ہے ...'' وہ بولا۔

'' تب پھر ہم اپنی مرضی کے مطابق ہی تفتیش کریں گے۔''

'' تو میں نے کب روکا ہے۔''

'' سب سے پہلے ہماری بات چیت مسٹر شیلاک سے کرائی جائے۔''

'' اس کے لیے مجھے اجازت لینا ہوگی۔''

'' تو لے لیں اجازت ، روکا کس نے ہے ...'' انسپکٹر جمشید خشک انداز میں مسکرائے۔

'' کیا آپ اسی وقت بات چیت کرنا چاہتے ہیں؟''

'' ہاں ! ہم نے بتایا نا ... ہم ابھی اور اسی وقت کے قائل ہیں ... آج کا کام کل پر چھوڑنا تو بہت دور کی بات ہے ...'' فاروق مسکرایا۔

'' اچھا ! میں مسٹر شیلاک سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں، معلوم نہیں، اس وقت وہ مل سکیں گے یا نہیں۔''

یہ کہہ کر وہ کمرے کی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا ... اس میں نمبروں والا تالا لگا ہوا تھا، سب کی نظر بچا کر اس نے تالا کھولا اور پھر اندر رکھے ایک آلے پر جھک گیا ... پہلے اس کا ایک بٹن دبایا اور جب اس میں سے شاں شاں کی آواز آنے لگی تو ایک اور بٹن دبانے کے بعد بولا:

'' ہیلو ... ہیلو ... مسٹر شیلاک ہیلو۔''

وہ پورے ایک منٹ تک ہیلو ہیلو کرتا رہا، اچانک شاں شاں کی آواز رُک گئی اور ایک تیز آواز اُبھری:

'' ماسٹر ... یہ کیا ... یہ بھی کوئی بات چیت کرنے کا وقت ہے۔''

'' سوری سر ... آپ کی سراغرساں پارٹی اس وقت آپ سے بات کرنا چاہتی ہے ...'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

'' کیا تمہارا مطلب انسپکٹر جمشید سے ہے ...'' دوسری طرف سے حیران ہو کر کہا گیا۔

'' یس سر ... آپ ہی کا حکم ہے کہ ان کی ہر ہدایت پر عمل کیا جائے ...'' وہ جلدی سے بولا۔

'' ہاں ! یہ تو خیر ٹھیک ہے، تو پھر ... کیا یہ لوگ مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

'' یس سر ... یہی بات ہے۔''

'' ہوں ! اجازت ہے ... انہیں آلے کے پاس بلا لو ...'' آواز

سنائی دی اور انسپکٹر جمشید آلے کے نزدیک پہنچ گئے:

'' مسٹر شیلاک ! انسپکٹر جمشید آپ سے مخاطب ہے، ہمیں یہاں تک لانے کا طریقہ کچھ مناسب نہیں تھا ... بہرحال اب تو ہم آ گئے ہیں ... اگر ہم آپ کا مجرم پکڑ کر آپ کے حوالے کر دیں تو کیا آپ ہمیں یہاں سے نکال کر ہمیں ہمارے ملک پہنچا دیں گے۔''

'' ہاں بالکل ... اس میں کوئی شک کرنے کی ضرورت نہیں ...'' اس نے فوراً کہا۔

'' اور اگر میں یہ کہوں کہ ہمیں آپ کے اس دعوے پر اعتبار نہیں، بلکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ مجرم کی گرفتاری کے بعد بھی ہمیں نہیں جانے دیا جائے گا تو ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' یہ آپ کی مرضی ہے ... جو جی میں آئے، خیال کریں۔''

'' گویا ہم کچھ بھی خیال کر لیں، آپ کا کچھ بھی پروگرام ہو، ہمیں یہ کام ہر حال میں کرنا ہوگا۔''

'' ہاں ! بالکل ...'' دوسری طرف سے شوخ لہجے میں کہا گیا۔

'' اچھی بات ہے ... تو پھر سنیے ... ہم تفتیش ضرور کریں گے، لیکن ہماری تفتیش صرف ان تین ماہرین کے گرد نہیں گھومے گی۔''

'' کیا مطلب ... کیا ماسٹر نے آپ لوگوں کو بتایا نہیں کہ ہم یہ بات جان چکے ہیں اور دعوے سے کہتے ہیں کہ مجرم ان تین میں سے ایک ہے، کیونکہ اس بات کا اعتراف یہ تینوں بھی کر چکے ہیں کہ جو

رکاوٹ پائی گئی ہے، وہ کسی اور کے بس کا روگ نہیں ... صرف اور صرف ان تین میں سے کسی ایک کا ہو سکتا ہے۔''

'' اس کے باوجود ہم آزادانہ تفتیش کریں گے ... میرا مطلب ہے ... تفتیش میں ان تین کے علاوہ بھی ایک یا دو آدمیوں کو شامل کریں گے۔''

'' خیر ... جیسے آپ کی مرضی ... میں بھلا کیوں اعتراض کروں گا۔''

'' تو پھر سنیے ... ہم اس تفتیش میں ماسٹر کو بھی شریک کر رہے ہیں۔''

'' کیا مطلب ...'' ماسٹر اُچھل پڑا۔

'' اوہ !'' مسٹر شیلاک کی آواز اُبھری۔

'' جی ہاں ! اور اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتا ہوں ... ہم آپ کو بھی شامل کرتے ہیں۔''

'' ن ... نہیں ... یہ ... یہ کیسے ہو سکتا ہے ...'' شیلاک گھبرا گیا۔

'' کیوں ... آپ کو کیوں تفتیش میں شامل نہیں کیا جا سکتا ... کیا آپ یہ رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتے۔''

'' بالکل نہیں ... میں تو اس سارے منصوبے کا خالق ہوں ... اور ملک کے صدر نے مجھے تمام تر اختیارات سونپ دیے ہیں، پھر بھلا وہ غدار میں کس طرح ہو سکتا ہوں۔''

'' ہو سکتے ہیں یا نہیں ... ہم اس بحث میں پڑنے کے عادی نہیں

ہیں ... ہمارا کام ہے ... اپنے طریقے کے مطابق تفتیش کرنا ... اگر آپ ہمارے سوالات کے جوابات نہیں دے سکتے تو پھر ہم یہ کیس حل نہیں کر سکتے۔''

''اوہ ... جانتے ہو، اس کا انجام کیا ہوگا ...'' شیلاک کی آواز میں غصہ در آیا۔

''کیا ہوگا؟'' انسپکٹر جمشید بے خوفی کے عالم میں بولے۔

''یہ کہ آپ لوگوں کو دس سال تک اس زمین دوز شہر میں رہنا ہوگا ... وہ بھی مزدوروں کی حیثیت سے۔''

''پروا نہیں ... اس طرح آپ کے منصوبے کی رکاوٹ کون دور کرے گا ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اچھا خیر ... یونہی سہی ... تم جسے چاہو تفتیش میں شامل کرو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا ...'' شیلاک کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

''بہت خوب ... یہ ہوئی نا بات ... ہم جب چاہیں گے، آپ سے بات کرلیں گے ... فی الحال ہم یہاں موجود لوگوں سے اپنی کارروائی شروع کرتے ہیں۔''

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید پیچھے ہٹ آئے ... ماسٹر نے آگے بڑھ کر آلے کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ آواز اُبھری:

''تم نے سُن لیا ماسٹر! انسپکٹر جمشید اور ان کے بچوں کو مکمل طور پر اختیار دے دیا گیا ہے۔''

''یس سر!'' ماسٹر نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

''بس ! اب آلہ بند کر دو ...'' دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر شاں شاں ہونے لگی ... ماسٹر نے دونوں بٹن آف کیے اور الماری کو پھر تالا لگا دیا:

''آپ بہت چالاک ہیں انسپکٹر جمشید ... تفتیش کرنے تو یہاں نہ جانے کتنے سراغرساں آئے، لیکن انہوں نے مجھے یا مسٹر شیلاک کو تفتیش میں قطعاً شامل نہیں کیا تھا ... یہ پہلا موقع ہے۔''

''اور آخری بھی ...'' فاروق بول اُٹھا۔

''آخری بھی ... کیا مطلب ...'' ماسٹر نے چونک کر کہا۔

''ہاں ! آخری اس لیے کہ ہم مجرم کا پتا چلا ہی لیں گے انشاء اللہ ... لہٰذا ہمارے بعد آپ کی سراغرساں کو نہیں بلائیں گے، تو اس طرح یہ آخری موقع ہوا کہ نہیں ...'' فاروق نے شریر لہجے میں کہا۔

''ابھی کیا کہا جاسکتا ہے ...'' ماسٹر نے جھلا کر کہا۔

''چلیے خیر ... ٹھہر کر کہہ لیجیے گا ...'' فاروق نے معصومانہ لہجے میں کہا۔

''خیر ... کیا اب مجھے اجازت ہے ...'' ماسٹر نے کہا۔

''جی نہیں ... آپ اب بھی نہیں جاسکتے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''کیوں ... اب کیا رہ گیا ہے۔''

''اب اصل چیز رہ گئی ہے ... یعنی تفتیش ... ہم اپنی تفتیش کا آغاز آپ سے ہی کریں گے ... لہٰذا ان تینوں سے درخواست ہے کہ کسی

دوسرے کمرے میں چلے جائیں ... تاکہ ہم علیحدگی میں آپ سے بات چیت کر سکیں۔''

''اوہ!'' ماسٹر کے منہ سے کھوئے کھوئے انداز میں نکلا، پھر اس نے کہا:

''اچھی بات ہے ... آپ تینوں ساتھ والے کمرے میں چلے جائیں ... امید ہے، آپ بُرا نہیں مانیں گے ... ان کا اپنا طریقۂ کار ہے ... ہمارے ملک کے اتنے سراغرساں آئے، انہوں نے تو اس قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہونے دی۔''

''کوئی بات نہیں ماسٹر ... ہم چلے جاتے ہیں ...'' مسٹر جوہان نے کہا اور تینوں اٹھ کر کمرے سے نکل گئے ... اب ان کے ساتھ کمرے میں صرف ماسٹر رہ گیا:

''کیا اس کمرے میں ہونے والی گفتگو کوئی اور بھی سنے گا؟'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''نہیں ... کوئی نہیں سن سکتا۔''

''میرا مطلب مسٹر شیلاک سے تھا ... وہ تو ضرور سنیں گے۔''

''نہیں ... اس آلے کے بغیر آواز ان تک بھی نہیں جا سکتی ...'' اس نے کہا۔

''تو پھر اس رکاوٹ کا مجرم میں آپ کو سمجھتا ہوں۔'' انسپکٹر جمشید نے سرسراتی آواز میں کہا۔

☆☆☆☆☆

تلاشی

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے ... ماسٹر بوکھلائے ہوئے انداز میں ان کی طرف دیکھتا رہا، آخر اس نے کہا:

''کیا آپ مذاق کے موڈ میں ہیں؟''

''نہیں، جہاں تک میرا خیال ہے، اب تک آنے والے سراغرساں آپ سے پوچھ گچھ نہیں کرتے رہے، انہوں نے ان تینوں پر زور دیا ہوگا ... لہذا وہ مجرم کو نہ پکڑ سکے۔''

''آپ کو اس بات کا ثبوت حاصل کرنا ہوگا کہ مجرم میں ہوں بغیر ثبوت کے مسٹر شیلاک آپ کا الزام درست تسلیم نہیں کریں گے ...'' ماسٹر نے خود پر قابو پانے کے بعد پُرسکون آواز میں کہا۔

''ہاں! یہ بات میں بھی جانتا ہوں اور ثبوت حاصل کرنا بھی مجھے آتا ہے ... آپ اسی وقت ہمیں اپنے کمرے تک لے چلیں۔''

''کک ... کیا مطلب؟''

''ہم آپ کے کمرے کی تلاشی لیں گے اور اگر آپ تلاشی نہیں

دیں گے تو ہم مسٹر شیلاک کو رپورٹ کریں گے۔''

ماسٹر ساکت رہ گیا، اس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا... آخر اس نے اُٹھتے ہوئے کہا:

'' ٹھیک ہے ... بھلا مجھے اعتراض کیوں ہوگا، جب کہ میں مجرم ہوں ہی نہیں ... آئیے۔''

وہ اس کے ساتھ باہر نکلے ... ماسٹر نے ساتھ والے دروازے پر دستک دی ... دروازہ فوراً ہی کھل گیا اور فرنام نے حیران ہو کر کہا:

'' اوہو! اتنی جلدی تفتیش مکمل ہوگئی۔''

'' ابھی کہاں جناب ... ابھی تو شروع ہوئی ہے ...'' محمود بولا۔

'' میں ان لوگوں کے ساتھ اپنے کمرے میں جا رہا ہوں ... آپ سے سوالات کی باری ذرا دیر بعد آئے گی۔''

'' ٹھیک ہے ماسٹر ...'' ٹونگ بولا۔

باہر وین جوں کی توں کھڑی تھی، وہ اس میں سوار ہوئے اور وین چل پڑی ... دس منٹ بعد رُکی، وہ نیچے اُترے، اب ان کے سامنے ایک شاندار دفتر تھا:

'' یہ میرا دفتر ہے ... یہاں باقاعدہ عملہ کام کرتا ہے ... میرا کمرہ آخر میں ہے ... آئیے۔''

وہ اس کے ساتھ چلتے آخری کمرے میں داخل ہوئے:

'' یہ میرا ذاتی کمرہ ہے ... یہیں بیٹھ کر میں تمام کام انجام دیتا

ہوں۔''

'' ٹھیک ہے ... آپ ایک طرف بیٹھ جائیں ... ہم ایک ایک چیز کو دیکھیں گے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' ضرور کیوں نہیں، لیکن آپ لوگ اس طرح وقت ضائع کریں گے۔''

'' یہاں ہمیں اور کام ہی کیا ہے ... آپ فکر مند نہ ہوں ...'' فرزانہ مسکرائی۔

'' میں بھلا کیوں فکر مند ہوں گا ...'' اس نے منہ بنایا۔

'' یہ اچھی بات ہے کہ آپ فکر مند نہیں ہوں گے، میں نے سنا ہے، فکر مند ہونے سے آدمی کی صحت خراب رہنے لگتی ہے ...'' فاروق نے گنگنا کر کہا۔

'' جی ... کیا مطلب؟'' وہ چونکا۔

'' نہ جانے لوگ میری ہر بات کا مطلب کیوں پوچھنے لگتے ہیں، حالانکہ آسان زبان میں بات کرتا ہوں۔''

'' فاروق ... اِدھر اُدھر کی ہانکنے کی ضرورت نہیں، کام کرو۔'' انسپکٹر جمشید نے اسے ڈانٹا۔

'' جی فرمایئے ... کیا کرنا ہے۔''

'' وہی ... جو اس قسم کے موقعوں پر ہم کیا کرتے ہیں ... ہمیں مسٹر ماسٹر کو مجرم ثابت کرنا ہے۔''

''جی بہتر ... یہ کون سا مشکل کام ہے ... آپ پھر اسی الماری کو کھولیں اور مسٹر شیلاک سے کہہ دیں کہ ماسٹر صاحب مجرم ہیں اور بس۔''

''لیکن مسٹر شیلاک ثبوت کا مطالبہ کریں گے۔''

''اوہ ... تو ہمیں اس کمرے سے ثبوت حاصل کرنا ہے ...'' فاروق نے چونک کر کہا، حالانکہ اسے پہلے ہی معلوم تھا۔

''یار کیوں بن رہے ہو ...'' محمود جھلا اٹھا۔

ماسٹر بُرے بُرے منہ بناتا ہوا اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور انہوں نے کمرے کی تلاشی شروع کی۔

''ہمیں تفتیش کے لیے یہاں لانے کی تجویز کس کی تھی۔''

''مسٹر شیلاک کی ... اس سے پہلے بھی جن سراغرسانوں کو بھیجا جاتا رہا، وہ بھی انہی کی تجویز پر عمل کیا گیا تھا۔''

''گویا اس میں آپ کی مرضی نہیں لی گئی۔''

''میری مرضی لی بھی کیوں جاتی ... یہ میرا کام نہیں کہ مشورے دوں ... میرا کام تو اس شہر کو تعمیر کرانا ہے۔''

''ہوں ... ٹھیک ہے۔''

انہوں نے کمرے کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیا، الماریوں کو کھلوا کر دیکھا ... میز کی درازوں کو دیکھا، دیواروں کو ٹھونک بجا کر دیکھا ... ماسٹر سے رہا نہ گیا، چیخ پڑا:

''آخر آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟''

''آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم ... ثبوت تلاش کر رہے ہیں ...'' فاروق مسکرایا۔

''ثبوت اس طرح تلاش کیا جاتا ہے ...'' اس نے جل بھن کر کہا۔

''ہمارے ہاں تو اسی طرح تلاش کیا جاتا ہے، اگر آپ کو اس سے بہتر کوئی طریقہ معلوم ہو تو آپ بتا دیں، ہم اس پر عمل کر لیں گے ...'' محمود نے جواب دیا۔

''میں سراغرساں نہیں ہوں۔''

''تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ ثبوت اس طرح تلاش کیا جاتا ہے ...'' فاروق نے جھلا کر کہا۔

''اچھا جناب ... جس طرح آپ چاہیں، تلاش کریں ... آپ لوگوں کے آنے سے تو میں مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہوں ...'' اس نے بل کھا کر کہا۔

''گھبرانے کی ضرورت نہیں ... ہم آپ کو مصیبت میں پھنسانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے، لیکن اپنی ذمے داری سے مجبور ہیں۔''

انہوں نے پورا کمرہ دیکھ ڈالا، لیکن ایسی کوئی چیز نہ مل سکی جس سے اسے مجرم ٹھہرایا جا سکتا:

''کمرے کی تلاشی تو پوری ہو گئی ... اب رہ گئی آپ کی تلاشی۔''

''میری تلاشی ... کیا مطلب۔''

''جی ہاں ... آپ کی جامہ تلاشی ... کیا خبر جس چیز کی ہمیں تلاش ہے، وہ آپ کے کپڑوں یا جسم کے ساتھ کسی جگہ موجود ہو۔'' محمود نے جلدی جلدی کہا۔

''اور آپ کو تلاش کس چیز کی ہے ...'' اس نے جل کر کہا۔

''ایک چیز کی ...'' فرزانہ مسکرائی۔

اب انسپکٹر جمشید اس کی طرف بڑھے، پہلے تو اس کے کپڑوں کی تلاشی لی اور پھر اس کی کمر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا، وہ کبھی ادھر اور کبھی اُدھر ہونے لگا:

''یہ کیا کر رہے ہیں ... ایک جگہ نچلے کیوں نہیں کھڑے رہتے ...'' محمود حیران ہو کر بولا۔

''گدگدیاں ہو رہی ہیں ...'' اس نے گھبرا کر کہا۔

عین اسی وقت انسپکٹر جمشید کے ہاتھ پلستر نما کسی چیز سے ٹکرائے۔

☆☆☆

''یہ کیا ہے؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''پلستر لگا ہوا ہے ... میری کمر پر چوٹ لگ گئی تھی ... اندرونی چوٹ ...'' اس نے کہا۔

''اس پلستر کو اُتار کر دیکھنا ہوگا۔''

''لیکن مجھے اس طرح تکلیف ہوگی اور پھر میرے پاس اور پلستر بھی نہیں ہوگا۔''

''پلستر آپ مسٹر شیلاک کے ذریعے منگوا لیجیے گا ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''گویا آپ پلستر اتروائے بغیر نہیں مانیں گے ...'' اس نے بیچارگی کے عالم میں کہا۔

''نہیں!''

''اچھا ... ٹھہریے ...'' اس نے کہا اور اپنی میز کی طرف بڑھ گیا کرسی پر بیٹھنے کے بعد اس نے دراز کھولی ... ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے:

''یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟''

''پلستر اُتارنے کا انتظام کر رہا ہوں ... اسے بہت احتیاط سے اُتارنا ہوگا، ورنہ مجھے بہت تکلیف ہوگی۔''

''اچھی بات ہے ...'' وہ بولے۔

دراز پر جھکا وہ نہ جانے کیا کرتا رہا، پھر ایک کھٹکا ہوا ... وہ چونک اُٹھے۔

''یہ آواز کیسی ہے ...'' فرزانہ چونک کر بولی۔

اس سے پہلے کہ کوئی کچھ بولتا، ماسٹر کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی:

'' کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ پلستر نہ اتروائیں ... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پلستر کے نیچے کچھ بھی نہیں ہے۔''

'' ایک اچھا سراغرساں کسی کی بات پر اس طرح یقین نہیں کرسکتا ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' آپ ... آپ بہت ضدی ہیں۔''

'' یہ خیال کچھ اور لوگوں کا بھی ہے ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' خیر ... صرف آپ میرے ساتھ غسل خانے تک چلیے ... میں قمیض اُتار لوں گا، پھر آپ پلستر اُتار دیجیے گا۔''

'' یہ مناسب رہے گا ...'' انہوں نے کہا۔

ماسٹر اُٹھ کھڑا ہوا اور غسل خانے کے دروازے کی طرف بڑھا:

'' ایک منٹ مسٹر ماسٹر ... میز کی دراز آپ نے کیوں کھولی تھی ... کھٹکا کس چیز کا تھا ... پہلے یہ بتایئے، غسل خانے میں بعد میں چلیں گے۔''

ماسٹر نے انہیں گھور کو دیکھا اور پھر تھکے تھکے انداز میں مسکرا دیا:

'' میں آپ کو مان گیا ... آپ کی شہرت بلاوجہ نہیں ہے ... آپ واقعی سراغرساں ہیں، ملکی سراغرسانوں نے مجھ پر تو سرے سے شک کیا ہی نہیں تھا، لیکن آپ ہیں کہ اصل لوگوں کو چھوڑ کر میرے خلاف تحقیقات کرنے پر تل گئے ہیں ... بہرحال اب ایسا کریں کہ ہاتھ اوپر اُٹھا دیں ... یوں کام نہیں چلے گا۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں ایک ننھا سا پستول نظر آیا ... اس کی نالی کا رُخ ان کی طرف تھا۔

وہ دھک سے رہ گئے ... کم از کم اس بات کی انہیں ایک فیصد بھی اُمید نہیں تھی ... انہوں نے سنا، ان کے والد کہہ رہے تھے:

'' تو میز کی خفیہ دراز میں سے آپ یہ پستول نکالنے میں مصروف تھے۔''

☆☆☆☆☆

خوفناک ترین لمحہ

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے، آخر ماسٹر نے کہا:

'' ہاں! میں ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا تھا، آپ تو کسی طرح مان ہی نہیں رہے تھے۔''

'' تو پھر ... اب آپ کا کیا پروگرام ہے ...'' انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

'' یہی سوچ رہا ہوں ... کیا کروں ...'' وہ الجھن کے عالم میں بولا۔

'' فرض کیا آپ ہمیں گولیوں کا نشانہ بنا دیتے ہیں، پھر مسٹر شیلاک کو کیا جواب دیں گے۔''

'' یہی تو بڑی اُلجھن ہے۔''

'' تو پھر اس اُلجھن کا حل میں بتا سکتا ہوں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' اور وہ کیا؟'' اس نے جلدی سے کہا۔

'' اُلجھنوں کے حل پستول کی نالی کے سامنے نہیں بتائے جایا کرتے، پہلے آپ پستول جیب میں رکھ لیں ...'' فاروق نے کہا۔

'' ہاں ! یہ بات ٹھیک ہے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' نہیں ... میں ابھی پستول جیب میں نہیں رکھوں گا ... ٹھیک ہے، میں نے ترکیب سوچ لی ہے ...'' اچانک وہ کھل اٹھا۔

'' کیا ترکیب سوچ لی ہے ...'' فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

'' میں تم کو گولیاں مار دیتا ہوں ... اس کے بعد جوہان کو یہاں بلاؤں گا اور اسے بھی گولی مار دوں گا، پھر پستول اس کے ہاتھ میں تھما دوں گا ... مطلب یہ ہوگا کہ آپ لوگوں نے اس کا جرم جان لیا تھا، لیکن اس سے پہلے کہ آپ تفصیلات میرے سامنے رکھ سکتے ... اس نے پستول سے آپ لوگوں کو مار ڈالا اور پھر خود کو بھی گولی مار لی ... کیوں ... کیسی ترکیب ہے ...'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

'' اس میں کوئی شک نہیں کہ ترکیب بہت زور دار ہے، لیکن اس میں بھی ایک خرابی ہے۔''

'' وہ کیا؟''

'' یہ کہ تم اپنے ملک کے لیے یہاں تک آ تو گئے ہو ... یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب تمہارے پاس نہیں ... اس طرح اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو بھی گئے ... تو بھی یہاں سے نکل تو نہیں سکو گے۔''

'' ہاں ! یہ بات مجھے بہت دنوں سے پریشان کر رہی ہے۔''

''تب پھر اس کا حل میرے پاس ہے، لیکن حل بتانے کی شرط وہی پرانی ہے... یعنی کہ پستول جیب میں رکھ لو... بلکہ اب شرط بدل گئی ہے... تمہیں اپنا یہ پستول میرے حوالے کرنا ہوگا۔''

ماسٹر سوچ میں پڑ گیا... اور آخر اس نے پستول کمرے کے فرش پر گرا دیا... محمود نے فوراً اسے اٹھا لیا اور بولا:

''یہ ہوئی نا بات۔''

''اب مجھے پلستر اتارنے کی اجازت دیں...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اب پلستر اتار کر کیا کریں گے۔'' وہ بولا۔

''اس کے بغیر میں اگلا قدم نہیں اٹھاؤں گا...'' انہوں نے کہا۔

''تو آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میرا تعلق کس ملک سے ہے۔''

''ہاں! یہ بھی اور اگلا قدم اُٹھانے کے لیے بھی یہ ضروری ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے... میری قمیض کے نیچے ہاتھ ڈال کر پلستر اُتار لیں۔''

انسپکٹر جمشید نے ایسا ہی کیا... پلستر اُتر کر ان کے ہاتھ میں آ گیا، اس کے ساتھ ہی ایک کاغذ چپکا ہوا تھا، انہوں نے کاغذ کو اس پر سے الگ کر لیا، لیکن اس پر لکھی تحریر ان کی سمجھ میں نہ آ سکی، کیونکہ وہ کسی ایسی زبان میں تھی، جو انہیں نہیں آتی تھی:

''میں یہ زبان نہیں جانتا۔''

''لیکن مسٹر شیلاک جانتے ہیں، اس لیے میں ان کی نظروں میں مجرم ٹھہروں گا... اب آپ اپنا حل بتائیں۔''

''حل بتانے سے پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ آپ نے مشینری میں رکاوٹ کیوں ڈالنا شروع کر رکھی تھی۔''

''دراصل میں اپنے ملک سے وفاداری کے جذبے کے تحت یہاں تک آ تو گیا تھا، لیکن یہاں سے نکلنا ناممکن نظر آ رہا تھا... سو میں نے یہ چال چلی، کیونکہ اس طرح باہر کے کچھ لوگوں کے یہاں آنے کے امکانات روشن ہو سکتے تھے اور ہوا بھی یہی مسٹر شیلاک نے سراغرساں پر سراغرساں یہاں بھیجنے شروع کیے، لیکن وہ مجرم کا سراغ نہ لگا سکے، ادھر وہ لوگ میرے مطلب کے نہیں تھے، کیونکہ وہ تو ان کے اپنے ملک کے تھے... اور آخر آپ لوگوں کو بلایا گیا... یہ تھی رکاوٹ پیدا کرنے کی وجہ... اب تو اپنا حل بتا دیں۔''

''میرا حل یہ ہے کہ میں آپ کو مسٹر شیلاک کے حوالے کر دیتا ہوں، اس طرح ہم یہاں سے بخیریت نکال دیے جائیں گے۔''

''اس خیال میں نہ رہیں... شیلاک کسی کو بھی یہاں سے نہیں جانے دے گا... جونہی آپ مجرم کا نام اسے بتائیں گے اور ثبوت دیں گے، وہ اسے ختم کر دے گا اور آپ کو یہیں رہنے دے گا... آپ لاکھ سر پٹکیں گے، وہ آپ کی ایک نہیں سنے گا۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

'' لہذا ضرورت ہے کسی درمیانے راستے کی ...'' ماسٹر بولا۔

'' ہاں ! ان حالات میں تو یہی کرنا ہوگا ... خیر تو پھر ہم ایک دوسرا حل سوچ لیتے ہیں ...'' انسپکٹر جمشید نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

'' سوچ لیتے ہیں، لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ کوئی حل آپ کی سمجھ میں آہی جائے۔''

'' اس کی آپ فکر نہ کریں، حل سوچنے کے ہم بہت ماہر ہیں ...'' فاروق بول اٹھا۔

'' بہت اچھا تو پھر سوچیے ...'' اس نے کندھے اچکائے۔

'' آپ نے اپنے بارے میں نہیں بتایا ... آخر آپ ان کے اس منصوبے میں کس طرح شریک ہوئے۔''

'' میں بہت چھوٹا تھا ... جب میرے ملک نے مجھے ان کے ملک میں بھیج دیا تھا ... مطلب یہ کہ میں انہی کے درمیان جوان ہوا ... تعلیم حاصل کی ... لہذا یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں کسی دوسرے ملک کا جاسوس ہوسکتا ہوں۔''

'' آپ کا تعلق کس ملک سے ہے؟''

'' انشارجہ سے ...'' اس نے کہا۔

'' ارے ... پھر تو بہت اچھی بات ہوگی ... انشارجہ تو ہمارا بہت قریبی دوست ہے۔''

'' ہاں ! یہ ٹھیک ہے، لیکن میری بے چینی بڑھتی جا رہی ہے، مہربانی فرما کر پہلے حل سوچ لیں۔''

'' اچھی بات ہے ... کیا مسٹر شیلاک کو آپ پر پوری طرح اعتماد ہے۔''

'' ہاں! اگر مجھ پر ذرا بھی شک ہوتا تو پھر میں یہاں کس طرح آسکتا تھا اور انچارج کیسے ہوسکتا تھا ...'' اس نے جواب دیا۔

'' ہوں ٹھیک ہے ... اب ہم یہیں بیٹھ کر غور کریں گے ... آپ کیا کہتے ہیں۔''

'' میں ... میں کیا کہوں گا ... میں نے تو اب سب کچھ آپ کے حوالے کردیا ہے۔''

'' آپ فکر نہ کریں، چلو فرزانہ ... اپنی عقل کو آواز دو ... ان حالات میں ہم کیا کریں، یہ سوال پوچھو اس سے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' عقل کو آواز دو ... کیا مطلب؟'' ماسٹر حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

'' جی ہاں ... ہمیں جب بھی کسی ایسی صورت حال سے دو چار ہونا پڑتا ہے، عقل کو آواز دے لیتے ہیں۔''

'' بہت خوب ... ذرا میں بھی تو دیکھوں، آپ کس طرح آواز دیتے ہیں عقل کو۔''

''آواز تو دی بھی جا چکی ہے ... آپ نے سنی نہیں ...'' فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

''اوہو اچھا ... کمال ہے ...'' ماسٹر کے منہ سے نکلا۔

اور پھر وہ سوچ میں گم ہو گئے ... آخر تقریباً دس منٹ بعد فرزانہ نے سر اُٹھایا:

''اس سے پہلے کہ فرزانہ کچھ کہے، میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرے ذہن میں پہلے ہی ایک ترکیب موجود ہے اور ان حالات میں اس سے بہتر کوئی ترکیب ہو ہی نہیں سکتی ... اب دیکھنا یہ ہے کہ فرزانہ کی عقل کیا کہتی ہے۔''

''اگر یہ بات تھی تو پھر آپ نے فرزانہ کو سوچ کے میدان میں اُتارا ہی کیوں؟'' فاروق نے کہا۔

''عقل کا امتحان لینے کے لیے ...'' وہ بولے۔

''تو پھر سنیے ابا جان ... ہمیں ان تین میں سے ایک کو مجرم قرار دینا ہوگا اور ثبوت کے طور پر تلاشی کے دوران یہ کاغذ برآمد کرنا ہوگا جو دراصل ماسٹر صاحب کی نشاندہی کرتا ہے ... اور کاغذ برآمد ہو جانے کے بعد فوری طور پر مسٹر شیلاک سے رابطہ قائم کرنا ہوگا ... صاف ظاہر ہے، وہ اس کے قتل کا حکم دیں گے، یہ کام ماسٹر صاحب کو کرنا ہوگا ... اس کے بعد یہ ہمارے لیے حکم پوچھیں گے ... امید یہی ہے کہ وہ ہمیں یہاں سے واپس بھیج دینے کا ارادہ رکھتے ہیں ... اگر بات یہی ہوئی تو

سبحان اللہ، ورنہ ہم کیس حل کر کے بھی مصیبت میں مبتلا رہیں گے۔''

''ٹھیک ہے، میں نے بھی بالکل یہی ترکیب سوچی تھی ... ہم اس کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''میرا ذہن بھی اس ترکیب کو تسلیم کر رہا ہے، تو کیا اس پر اسی وقت عمل شروع کیا جائے۔''

''ہاں بالکل ... دیر کس بات کی ... آپ مہربانی فرما کر مسٹر جوہان کو بلا دیں ... ہم ان سے سوالات شروع کریں گے اور پھر ان کے کمرے کی تلاشی لیں گے ... اور ہاں یہ کاغذ اب ہمارے پاس رہے گا۔''

''کہیں کاغذ برآمد کرتے وقت آپ کو دیکھ نہ لیا جائے ... اور ہاں ان سے ملنے کے لیے ہمیں آنے والے کمرے تک جانا ہوگا ...'' ماسٹر نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

''فکر نہ کریں ... وہ ہمیں کاغذ برآمد کرتے وقت نہیں دیکھ سکیں گے۔''

انہیں آنے والے کمرے تک وین میں لایا گیا ... انہیں کمرے میں چھوڑ کر ماسٹر باہر نکل گیا ... تھوڑی دیر بعد وہ جوہان کو لیے اندر داخل ہوا:

''ہم ماسٹر صاحب کو چیک کر چکے ہیں اور اب آپ کی باری ہے۔''

''ضرور جناب ... کیوں نہیں ... میں ہر طرح حاضر ہوں۔''

انہوں نے اس سے ادھر اُدھر کے چند سوال کیے، پھر اس کے کمرے کی تلاش کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، ماسٹر کی موجودگی میں تلاشی لی گئی اور پھر انسپکٹر جمشید بولے:

''اب مسٹر نوننگ کو بلائیں۔''

مسٹر نوننگ آئے، ان سے بھی سوالات ہوئے، پھر کمرے کی تلاشی میں لی گئی ... تلاشی لینے سے پہلے وہ اپنی تلاشی بھی دیتے رہے ... آخر مسٹر فرنام کی باری آئی ... پہلے اس سے سوالات کیے گئے، پھر سب کے ساتھ وہ اس کے کمرے کے دروازے پر آئے، انسپکٹر جمشید بولے:

''اب ہم آپ کے کمرے کی تلاشی لیں گے، کمرے میں داخل ہونے سے پہلے آپ ہماری تلاشی لے سکتے ہیں۔''

''کیا آپ نے ان حضرات کے کمروں کی بھی تلاشی لی ہے۔''

''ہاں ... بالکل۔''

''اور کیا انہوں نے آپ کی تلاشی لی تھی؟''

''بالکل لی تھی، اصول بھی یہی ہے۔''

''تب پھر آپ کی تلاشی پہلے ہی تین بار لی جا چکی ہے، اب میں کیا کروں گا لے کر۔''

''نہیں ... اصول اصول ہے ... آپ کو اپنا اطمینان کر لینا چاہیے ...''

''اچھا!'' یہ کہہ کر اس نے ان کی تلاشی لی، لیکن وہ اس کاغذ کو برآمد نہ کر سکا:

''ٹھیک ہے، آپ میرے کمرے کی تلاشی لے لیں۔''

''بہت بہتر ... آپ سب لوگ کمرے کے دروازے پر موجود رہیں ... اور ہم پر نظر رکھیں ... یا پھر اندر آ کر دروازے کے پاس کھڑے رہیں۔''

''یہ ٹھیک رہے گا ...'' ماسٹر نے فوراً کہا۔

وہ اندر داخل ہوئے ... اور دروازے کے ساتھ دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے، انہوں نے تلاشی شروع کی ... اس دوران وہ غسل خانے میں بھی گئے ... ایک ایک الماری کی تلاشی لی اور آخر ایک الماری پر جھکے ہوئے محمود چلا اُٹھا:

''ابا جان! یہ دیکھیے ... یہ کیا ہے؟''

وہ یک دم اس کی طرف اُلٹ پڑے، پھر انسپکٹر جمشید بولے:

''اوہ ... تو مسٹر فرنام ہی وہ شخص ہے۔''

''کیا مطلب ... تم لوگوں کو ایسی کیا چیز مل گئی ...'' فرنام تیزی سے آگے بڑھا ... باقی تینوں نے بھی دیر نہ لگائی۔

اتنی دیر میں انسپکٹر جمشید کاغذ اپنے قبضے میں کر چکے تھے۔

''یہ ... یہ کیا ہے ...'' فرنام ہکلایا۔

''خاموش رہیں ... چیخنے اور چلانے سے کچھ نہیں ہوگا ... ماسٹر

اس کاغذ کو دیکھیے ... کیا آپ اس تحریر کو پڑھ سکتے ہیں؟''

''لائیے ... دیکھتا ہوں ...'' ماسٹر نے کہا اور کاغذ لے لیا، پھر اس پر نظریں دوڑانے لگا، آخر اس نے کہا:

''ہاں! میں اس خفیہ زبان سے واقف ہوں ... اُف خدا ... اس کاغذ کی رو سے تو مسٹر فرنام ہی مجرم ہیں۔''

''نن ... نہیں ... نہیں ... یہ غلط ہے ... میں مجرم نہیں ہوں ... میں تو اپنے وطن کا وفادار ہوں۔''

''افسوس! اس کاغذ کی تحریر کچھ اور کہہ رہی ہے ... اور وہ یہ کہ آپ انشارجہ کے جاسوس ہیں۔''

''یہ ... یہ غلط ہے ... جھوٹ ہے، میں جاسوس نہیں ہوں۔''

''ہر مجرم اس قسم کے الفاظ کہا کرتا ہے ... مسٹر فرنام ... اب تم ان باتوں سے بچ نہیں سکتے ...'' جوہان نے نفرت زدہ لہجے میں کہا۔

''میں تو کہتا ہوں، اسے فوری طور پر گولی مار دی جائے ...'' نونگ نے کہا۔

''نہیں! ہم مسٹر شیلاک کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے ...'' یہ کہہ کر ماسٹر نے تالی بجائی اور چار مسلح آدمی اندر داخل ہوئے:

''اسے پکڑ لو ... اور ہمارے پیچھے پیچھے لاؤ۔''

''ماسٹر ... آپ اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر رہے ہیں،

ان لوگوں نے ضرور میرے خلاف کوئی چال چلی ہے۔''

''چال ... کیا مطلب؟''

''یہ کاغذ ہرگز میرا نہیں ہے ... یہ انہوں نے اپنے پاس سے ہی نکالا ہوگا۔''

''لیکن ان کی چار مرتبہ تلاشی لی گئی ... خود تم نے بھی تلاشی لی تھی۔''

مسلح آدمیوں نے اسے جکڑ لیا، اب وہ آلے والے کمرے میں آئے، آلے والی الماری کھولی گئی ... اور ماسٹر نے رابطہ قائم کرنے کی کوشش شروع کردی ... فرنام کو اس کمرے سے باہر رکھا گیا تھا، جلد ہی مسٹر شیلاک کی آواز سنائی دی:

''ہیلو مسٹر شیلاک ... ماسٹر عرض کر رہا ہوں ... انسپکٹر جمشید نے کام دکھا دیا ہے ... یہ فرنام کے کمرے سے ایک کاغذ برآمد کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں ... اس کاغذ کی رو سے فرنام غیر ملکی جاسوس ہے۔''

''ہوں ... تو یہ تھا وہ شخص ... جو ہمارے کام میں رکاوٹ ڈال رہا تھا ... اسے فوری طور پر ختم کر دیا جائے۔''

''جی بہتر ... اور انسپکٹر جمشید اور ان کے بچوں کے لیے کیا ہدایات ہیں۔''

''اوہ ... ہاں ... انسپکٹر جمشید اور ان کے بچوں کو باہر نکلنے والے راستے کے پاس پہنچا دیا جائے ... میں راستہ کھول دوں گا ... یہ لوگ باہر

آ جائیں گے اور پھر ہم انہیں ان کے ملک پہنچا دیں گے۔''

''او کے سر...'' ماسٹر بولا۔

''اور ہاں! کاغذ جو فرنام کے کمرے سے ملا ہے اور جس کی رو سے وہ مجرم ہے... وہ بھی انسپکٹر جمشید اپنے ساتھ لے آئیں... وہ میرے حوالے کرنا ہوگا۔''

''جی بہتر!'' یہ کہتے وقت ماسٹر کا رنگ اُڑ گیا۔

''ٹھیک ایک گھنٹے بعد میں دروازہ کھولوں گا... خبردار صرف انسپکٹر جمشید اور ان کے بچے باہر نکلیں گے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ دروازہ کھولا جانے والا ہے... کہیں مزدور اس طرف ہلا نہ بول دیں۔''

''فکر نہ کریں... مسٹر شیلاک...'' ماسٹر بولا۔

اور آلے سے شاں شاں کی آواز اُبھرنے لگی... ماسٹر نے اسے بند کر دیا اور الماری کو تالا لگا دیا... اب اس نے جیب سے پستول نکالا اور مسلح آدمیوں کو حکم دیا:

''فرنام کو اندر لے آیا جائے۔''

''او کے سر!'' ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ فرنام کو اندر لے آئے، اس کا رنگ ہلدی کی طرح زرد تھا:

''ٹھیک ہے... تم لوگ کمرے کے باہر ٹھہرو...'' ماسٹر نے نگرانوں سے کہا، وہ نکل گئے:

''مسٹر شیلاک نے فرنام کے قتل کا حکم دیا ہے...'' ماسٹر نے سرد

آواز میں کہا۔

''اوہ!'' جوہان اور لونگ کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''نہیں!'' فرنام کی چیخ بہت بلند تھی۔

اس کے ساتھ ہی ماسٹر کے پستول سے نکلنے والی گولی اس کی پیشانی پر لگی، ایک بھیانک چیخ اس کے حلق سے نکلی، وہ گرا اور تڑپنے لگا... یہی نہیں... دو فائر اور ہوئے، جوہان اور لونگ بھی گر کر تڑپنے لگے۔

''ارے... یہ کیا کیا...'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''میں نے سوچا... اب ان کو بھی زندہ رکھ کر کیا فائدہ۔''

مرتے ہوئے جوہان اور لونگ کے چہروں پر حیرت کا ایک ایسا عالم تھا کہ انہوں نے کبھی کسی چہرے پر نہ دیکھا ہوگا... ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ تینوں ساکت ہو گئے۔

''لیکن اب کیا ہوگا۔''

''آپ لوگوں کو باہر جانے کی اجازت مل گئی ہے... اس لیے میں نے یہ کام کیا ہے، یہ ہمارے کسی کام میں رکاوٹ نہیں ڈال سکیں گے۔''

''لیکن ابھی تو تین سو ماہرین موجود ہیں...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ہاں، لیکن وہ اس وقت تک سو چکے ہوں گے... یوں بھی ہزار ہا

آدمیوں کے آگے تین سو آدمیوں کی کیا چلے گی ... جب ہم انہیں یہ خوش خبری سنائیں گے کہ انہیں آزادی ملنے والی ہے تو وہ ان تین سو ماہرین کو چٹکیوں میں اڑا دیں گے۔"

"گویا اب ہمیں یہیں کام کرنا ہے۔"

"ہاں آیئے ... ایک گھنٹے سے پہلے پہلے سارا انتظام کرنا ہے۔"

"بہت ہوگا کہ آپ ایک ایک پستول ہمیں بھی دے دیں ..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھا ٹھیک ہے۔"

ماسٹر نے انہیں ایک ایک پستول مہیا کر دیا، اس کے بعد وہ مزدوروں کی طرف آئے ... زیادہ تر مزدور سو چکے تھے ... انہیں جگانے کا کام شروع کیا گیا ... اسلحے کا ذخیرہ ایک خفیہ جگہ محفوظ تھا اس جگہ سے ماسٹر نے انہیں ایک ایک ہتھیار دینا شروع کیا ... سرگوشیوں میں انہیں ساری صورتحال سمجھائی گئی ... وہ جوش سے بھر گئے ... مزدوروں کی تعداد پندرہ منٹ میں ہی ایک ہزار کے قریب پہنچ گئی ... اب ان کے ساتھ سوئے ہوئے ماہرین پر حملہ کیا گیا ... وہ بے خبر کیا مقابلہ کرتے ... تہس نہس ہو کر رہ گئے ... ان کا اور کچھ کیا بھی تو نہیں جا سکتا تھا ... بہت بڑے ظلم کے جواب میں یہ تو ایک بہت چھوٹی سی کارروائی تھی۔

ماہرین سے نمٹنے کے بعد باقی لوگوں کو آزادانہ جگایا جانے لگا ... صورت حال بتائی جانے لگی ... اور پھر انسپکٹر جمشید نے ان سے کہا:

"عقل اور ہوش سے کام لینے کا وقت ہے، اگر آپ نے احتیاط کا دامن چھوڑ دیا تو ہم میں سے کوئی بھی اس زمین دوز شہر سے باہر نہیں نکل سکے گا ... کیا آپ چاہتے ہیں، ہم دس سال تک یہیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں۔"

"نہیں ... نہیں ... ہم تو اپنے گھروں کو جانا چاہتے ہیں۔"

"ہوں ... ٹھیک ہے ... تو پھر جو ہدایات دی جائیں ... ان پر لفظ بہ لفظ عمل کرنا ہوگا ... سب کے سب لوگ باہر نکلنے والے راستے پر اس طرح ساکت بیٹھے رہیں گے کہ سانسوں کی آواز بھی سنائی نہ دے، کیونکہ آپ سب لوگ ایک ہی وقت میں تو اس راستے سے نکل نہیں سکیں گے ... اب اگر دوسری طرف ایک مسلح دستہ موجود ہوا اور اس نے اپنی رائفلوں کا رخ دروازے کی طرف کر رکھا ہو تو ہم لوگ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے ... اس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ جو بھی صورت ہوگی، اس کے مطابق قدم اٹھایا جائے گا ... ماسٹر میرے اشارے کا انتظار کریں گے اور آپ ان کے اشارے پر عمل کرنے کے لیے تیار رہیں گے ... کیا آپ لوگ سمجھ گئے ..." یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"ہاں! سمجھ گئے ... آپ فکر نہ کریں۔"

اب انہوں نے ان سب کو باہر نکلنے والے راستے کے آس پاس بٹھانا شروع کیا ... وہ انتہائی خاموشی سے یہ کام کرتے رہے ... ان پر اگرچہ حد درجے جوش طاری تھا، لیکن اس کے باوجود وہ آپے سے باہر

نہیں ہو رہے تھے ... آخر خدا خدا کر کے ایک گھنٹا پورا ہوا اور دروازہ تھوڑا سا کھلا، اتنا سا کہ اس میں سے ایک انگلی بھی نہ گزر سکے، پھر مسٹر شیلاک کی آواز سنائی دی:

''انسپکٹر جمشید ... آپ کو فرنام کے کمرے سے جو کاغذ ملا ہے، وہ اس جھری میں سے گزار دیں۔''

''کیا مطلب؟'' انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔

یہ ان کی زندگی کا ایک خوفناک ترین لمحہ تھا۔

☆☆☆☆☆

اِدھر اُدھر

''یہ کیا بات ہوئی جناب ... کیا آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں، یا آپ کا پروگرام یہ ہے کہ ہمیں اس زمین دوز شہر میں ہی رکھا جائے ...'' انہوں نے اپنی آواز پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''نہیں! میرا ایسا کوئی پروگرام نہیں۔''

''تو پھر آپ ہمیں باہر کیوں نہیں آنے دیتے، باہر آ کر بھی ہم وہ کاغذ آپ کو دکھائیں گے۔''

''نہیں ... پہلے کاغذ گزار دیں، میں اس کاغذ کا جائزہ لوں گا اور اس کے بعد آپ لوگوں کے لیے دروازہ کھولا جائے گا ... فی الحال دروازہ کاغذ کے لیے کھولا گیا ہے۔''

''جیسے آپ کی مرضی مسٹر شیلاک، لیکن اس کاغذ کی تحریر مجھ سے بھی نہیں پڑھی گئی ... البتہ اسے ماہر نے پڑھ لیا ہے۔''

''ٹھیک ہے ... میں ہر طرح کی تحریر کا ماہر ہوں اور اسے ایک منٹ کے اندر اندر پڑھ لوں گا۔''

''بہتر ... میں کاغذ سرکا رہا ہوں۔''

ان کا دماغ اس وقت بجلی کی سی تیزی سے سوچنے میں مصروف تھا ... ایک ایک لمحہ قیمتی تھا ... انہوں نے دائیں ہاتھ میں پستول پکڑا اور بائیں میں کاغذ دائیں ہاتھ کو دروازے کی اوٹ میں رکھتے ہوئے انہوں نے کاغذ جھری میں داخل کر دیا ... کاغذ کو کھینچ لیا گیا ... اس کے ساتھ ہی وہ باہر کا جائزہ لے چکے تھے، دروازے کے دوسری طرف واقعی ایک مسلح دستہ موجود تھا اور ان کی اسٹین گنوں کا رُخ دروازے کی طرف تھا ... ان کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا ... لمحات انتہائی خوفناک تھے ... اور پھر ایک منٹ گزر گیا، آخر شیلاک کی آواز سنائی دی:

''یہ کاغذ تمہیں مسٹر فرنام کے کمرے سے ملا تھا انسپکٹر جمشید؟''

''میرے بیٹے محمود نے اسے فرنام کی الماری سے برآمد کیا تھا ...'' انہوں نے گول مول جواب دیا۔

''تب پھر یہ کاغذ ماسٹر نے فرنام کی الماری میں رکھا تھا ... مجرم دراصل ماسٹر ہے، فرنام بلاوجہ مارا گیا ... انشارجہ کا جاسوس ماسٹر ہے، فرنام نہیں تھا اور اب انسپکٹر جمشید آپ اور آپ کے بچے صرف اس صورت میں باہر نکل سکتے ہیں کہ پہلے آپ ماسٹر کو بے بس کر کے دروازے تک لے آئیں ...'' یہ الفاظ شیلاک نے سرگوشی میں ادا کیے۔

''بہت بہتر! ابھی حاضر کرتا ہوں ... اس کام میں مجھے چند منٹ لگیں گے۔''

''کوئی بات نہیں۔''

دروازے کے پاس سے ہٹتے ہوئے انسپکٹر جمشید یہ محسوس کر رہے تھے کہ انہوں نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ دے دیا ہے، ان کے ہٹتے ہی دروازہ بالکل بند ہو گیا۔''

''کیوں انسپکٹر جمشید ... کیا رہا؟'' ماسٹر نے بے تابانہ لہجے میں پوچھا۔

''معاملہ گڑ بڑ ہو گیا ... مسٹر شیلاک نے کاغذ کی تحریر سمجھ لی ہے اور اب وہ آپ کو اپنے قبضے میں لینا چاہتے ہیں ... انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو بے بس کر کے دروازے تک پہنچا دوں، اس صورت میں ہم باہر نکل سکتے ہیں۔''

''اوہ!'' ماسٹر نے بوکھلا کر کہا۔

''پھر ... اب کیا ہوگا؟'' فرزانہ گھبرا گئی۔

''ہمیں جو کچھ کرنا ہے ... چند منٹ کے اندر اندر کرنا ہے، کیونکہ مسٹر شیلاک زیادہ دیر تک انتظار نہیں کریں گے۔''

اچانک محمود کی آنکھوں میں چمک نمودار ہوئی اور اس نے پُرجوش انداز میں کہا:

''ٹھیک ہے ... ترکیب سمجھ میں آ گئی ... خطرہ مول لیے بغیر کام نہیں چلے گا۔''

''جلدی سے وضاحت کرو ... کیا کہنا چاہتے ہو ...'' فاروق نے

منہ بنایا۔

"آپ فرہام، جوبان یا تونگ کی لاش کو اٹھا کر دروازے کی طرف لے جائیں... کہہ دیں آپ اسے بے بس کر کے لے آئے ہیں، ظاہر ہے، اسے پکڑنے کے لیے انہیں دروازہ نصف کے قریب تو ضرور کھولنا پڑے گا... بس ہمارے لیے اتنی ہی مہلت کافی ہوگی۔"

"واضح رہے کہ اس طرف ایک مسلح دستہ موجود ہے..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں کہہ چکا ہوں... ہمیں خطرہ مول لینا ہی ہوگا۔"

"ہاں ٹھیک ہے... تم تینوں اور ماسٹر صاحب پیٹ کے بل رینگتے ہوئے میرے پیچھے دروازے تک آجانا اور جونہی دروازہ کھلے، سامنے کھڑے دستے پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دینا... میں بھی نیچے گر پڑوں گا اور جوبان کی لاش کی اوٹ میں رہ کر فائرنگ شروع کر دوں گا۔"

"تو آپ جوبان کو لائیں گے؟" فاروق بولا۔

"ہاں! اس لیے کہ جوبان اور ماسٹر ایک ہی قد و قامت کے ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے... اس ترکیب پر عمل کرنے کے سوا ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

ماسٹر نے چار آدمیوں کو اشارہ کیا... وہ جلدی جلدی گئے اور جوبان کی لاش کو اُٹھا لائے... انسپکٹر جمشید نے اسے کندھے پر اس طرح

ڈالا کہ اس کا سر ان کی کمر پر جھک گیا... اب سامنے سے دیکھنے والا فوری طور پر نہیں جان سکتا تھا کہ انہوں نے جوبان کو اٹھایا ہوا ہے یا ماسٹر کو۔

"آؤ بھئی... جلدی کرو..." یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف چلے آئے پھر اپنے ہاتھ سے تین چار بار کھٹ کھٹ کی... جلد ہی پھر جھری نمودار ہوئی اور شیلاک کی آواز سنائی دی:

"کیوں انسپکٹر... لے آئے ماسٹر کو۔"

"میرے کندھے پر کیا نظر آرہا ہے..." انسپکٹر جمشید ہنسا کر بولے۔

"اوہ اچھا... ٹھیک ہے... ہم دروازہ اور کھول رہے ہیں... تم ماسٹر کو اس طرف گرا دینا۔"

"گویا ہمیں اب بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔"

"ذرا میں ماسٹر سے دو باتیں کر لوں، پھر ایک کو باہر آنے دیا جائے گا۔"

"بہت بہتر... لیجیے... سنبھالیے اپنے ماسٹر کو..." انہوں نے کہا۔

دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا... اور پھر اچانک پیٹ کے بل لیٹے ہوئے محمود، فاروق، فرزانہ اور ماسٹر نے دستے پر بے تحاشہ فائرنگ شروع کر دی... فضا میں کئی چیخیں اُبھریں... ساتھ ہی انسپکٹر جمشید

دروازے کے عین اوپر گر پڑے ... اب ان کا آدھا دھڑ باہر تھا اور آدھا اندر ... گرتے ہی انہوں نے بھی فائرنگ شروع کردی ... ایسے میں انہوں نے شیلاک کی چیختی آواز سنی:

''ساتو ... دروازہ بند کر دو۔''

''او کے باس۔''

اس کے منہ سے اوکے باس کا نکلنا تھا کہ انسپکٹر جمشید کے پستول سے نکلنے والی گولی نے اسے ہمیشہ کے لیے ختم کردیا ... اور دروازہ جوں کا توں رہ گیا ... انسپکٹر جمشید اب جان چکے تھے کہ شیلاک کہاں کھڑا ہے، لہٰذا انہوں نے اس کا نشانہ لیا اور فائر کردیا، لیکن جواب میں اس کی چیخ نہ سُن کر وہ جان گئے کہ اس نے سر سے لے کر پاؤں تک بلٹ پروف چیزیں چڑھا رکھی ہیں۔

دروازے کے باہر کھڑا دستہ ان کی طرف سے ہونے والی بوچھاڑ سے حد درجے بوکھلا چکا تھا اور ان میں سے کئی موت کے منہ میں جا چکے تھے ... جس وقت تک وہ سنبھلتے ... ان میں سے کئی اور کم ہو چکے تھے اور اب دونوں طرف سے فائرنگ جاری تھی۔

''مسٹر ماسٹر ... اپنے ساتھیوں سے کہیں ... ہمیں بھرے ہوئے پستول دیتے رہیں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی بہتر ...'' ماسٹر نے کہا۔

اب انسپکٹر جمشید رینگتے ہوئے دروازے سے نکل گئے ... یہاں

تک کہ ان کا باقی ماندہ دھڑ بھی نکل آیا ... ان کے بعد انہوں نے نکلنے کی کوشش شروع کردی ... دراصل وہ چاہتے تھے ... دروازے پر ان کا قبضہ رہے ... تاکہ اسے بند کرنے کی کوشش نہ کی جا سکے ... محمود کے بعد فاروق اور پھر فرزانہ بھی نکل آئی ... اس کے بعد ماسٹر نکلا ... اس دوران مسلسل فائرنگ جاری رہی ... اب ان کے اور ساتھی نکلنے لگے ... لمحہ بہ لمحہ باہر ان کی تعداد زیادہ ہوتی گئی ... ان میں سے کئی گولیوں کا نشانہ بھی بنے، لیکن باہر نکلنے کا سلسلہ پھر بھی جاری رہا ... آزادی کی تڑپ انہیں برقی گولیوں کے خوف سے بے نیاز کر چکی تھی۔

یہ جنگ نصف گھنٹے تک جاری رہی اور پھر دستے کی طرف سے خاموشی چھا گئی ... یا تو وہ سب مارے جا چکے تھے ... یا نکل بھاگے تھے ... آسمان پر چاند چمک رہا تھا ... اور اس کی روشنی میں اب انہیں اپنے سامنے کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا:

''ابا جان ... کیا شیلاک بھی کام آ گیا؟''

''میں ایسا نہیں سمجھتا، کیونکہ اس نے گولیوں سے حفاظت کا مکمل انتظام کر رکھا تھا ... ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ شکست کے آثار دیکھ کر بھاگ نکلا ... اور اسے بھاگتے دیکھ کر اس کے ساتھی بھی بھاگ نکلے۔''

''لیکن ابھی ہم دشمن ملک میں ہیں ... اور شیلاک ہمارے راستے میں ہر ممکن رکاوٹ کھڑی کرے گا ...'' محمود نے فکر مند ہو کر کہا۔

''ہاں! یہ ٹھیک ہے ... بڑی مشکل یہ ہے کہ ہمیں راستہ معلوم

نہیں آخر ہم کس طرف جائیں ...'' ماسٹر بڑبڑایا۔

'' ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہمیں ابھی اور جنگ لڑنا ہوگی ... شیلاک ہار مان لینے والا آدمی نہیں لگتا ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' تب پھر ہمیں جلد از جلد اپنے تمام ساتھیوں کو باہر نکال لینا چاہیے ...'' ماسٹر نے کہا۔

'' ہاں! یہ ٹھیک ہے۔''

ماسٹر دوڑ کر دروازے تک گیا اور بلند آواز میں بولا:

'' ساتھیو! جلد از جلد نکلنے کی کوشش کرو ... ایسا نہ ہو ... ہم پر کوئی بڑی فوج حملہ آور ہو جائے ... اس صورت میں ہم مارے جائیں گے، کیونکہ ایک تو فوج کے مقابلے میں نا تجربہ کار ہوں گے، دوسرے ہمارے پاس اسلحہ بھی اتنا نہیں، اس لیے جلد از جلد نکلنے کی کوشش کریں۔''

اس اعلان کا نتیجہ اُلٹ ہوا ... اندر موجود لوگوں نے دروازے کی طرف یک دم یلغار کر دی ... لوگ دروازے میں پھنس کر رہ گئے ... نکلنے کی رفتار پہلے سے بھی کم ہو گئی، لیکن وہ اس کا کیا علاج کر سکتے تھے ... بے چارگی کے عالم میں کھڑے رہے ... بہر حال نکلنے والوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی ... اور پھر اس میدان میں ایک فوج جمع ہو گئی، لیکن یہ فوج فوج نہیں، مزدور پیشہ لوگ تھے ... ان میں سے اکثر کو تو پستول پکڑنے کا بھی ڈھنگ نہیں آتا تھا ... ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کیا

جائے ... سروں پر طیاروں کی گونج سنائی دی، بوکھلا کر اوپر دیکھا تو لڑاکا طیاروں کا ایک دستہ آتا نظر آیا۔

انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر چاروں طرف کا جائزہ لیا، وہ اس وقت پہاڑوں سے گھری ایک وادی میں کھڑے تھے:

'' لیٹ جاؤ دوستو اور مختلف سمتوں میں رینگنا شروع کر دو ... جدھر جس کے سینگ سمائیں، رینگ جاؤ ... ہمیں راستہ معلوم نہیں کچھ نہیں کہا جا سکتا ... ہم کہاں جا سکیں گے ... جتنا ہم کر سکتے تھے، کر گزرے ... یعنی اس زمین دوز دنیا سے آپ لوگوں کو نکال لائے ... کاش ہمیں راستہ معلوم ہوتا ... تاہم ... اگر آپ لوگ ہمارے ساتھ ساتھ آتے رہے ... تو ہو سکتا ہے، ہم آپ کو آپ کے گھروں تک پہنچا دیں۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید ایک طرف بڑھنے لگے ... عین اسی وقت طیارے ان کے سروں پر سے گزرے۔ تڑاتڑ گولیاں برسنے کی آواز سنائی دی ... ان کے دل دہل گئے، تاہم انہوں نے رینگنا جاری رکھا ... بہت دور جا کر طیارے واپس پلٹے۔

'' وہ ... وہ پھر آ رہے ہیں ...'' کوئی چلایا۔

'' یہ آئیں گے بھی اور جائیں گے بھی ... انہیں اپنا کام کرنے دو، ہم اپنا کام کریں گے ... جن کی موت آ چکی ہے، وہ ان کی گولیوں کا نشانہ بن کر رہیں گے اور جن کی قسمت میں بچنا ہے ... کوئی گولی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گی ... لہٰذا خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں بس

چلتے رہو۔''

وہ رینگتے رہے، گولیاں برستی رہیں، چیخیں بلند ہوتی رہیں، تاہم ایک بات قابلِ ذکر تھی کہ کسی ایک نے بھی ان کے راستے سے منہ موڑ کر کسی دوسری سمت کا رُخ نہیں کیا ... رینگتا ہوا یہ قافلہ آخر پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا ... اس وقت تک نہ جانے کتنے لوگ جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے ... اور پھر ان کے کانوں سے سمندر کی موجوں کی آواز ٹکرانے لگی۔

''اوہو ... اس طرف تو سمندر ہے۔''

''لیکن ہم سمندر میں چھلانگیں نہیں لگا سکتے ... آخر ہم کب تک تیریں گے ...'' ماسٹر بولا۔

''سمندر کے ذریعے ہم ان کی گولیوں سے تو بچ ہی سکیں گے۔''

وہ پہلے پہاڑ کی بلندی پر چڑھے اور ایک جگہ پہاڑ کا کٹاؤ دکھ کر اس طرف ہو گئے ... کٹاؤ سے گزرنے کے بعد انہوں نے نشیب میں سفر شروع کیا ... یہاں تک کہ سمندر کے کنارے پہنچ گئے ... اب وہ کنارے کنارے دُور تک پھیل گئے، چونکہ لیٹے ہوئے تھے، اس لیے پانی ان کے اوپر سے آنے جانے لگا ... اِدھر لڑاکا طیارے بدستور اپنی کار گزاری میں مصروف تھے۔

اب انہوں نے سمندر کا جائزہ لیا ... یہاں بے شمار کشتیاں موجود تھیں، لیکن کسی کشتی پر کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا ... نزدیک پہنچنے پر

انہوں نے کئی کشتیوں میں مچھلیوں کے ڈھیر دیکھے، گویا یہ ماہی گیروں کی کشتیاں تھیں ... اور شاید وہ طیاروں کی فائرنگ سے خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

''ہم ان کشتیوں کی مدد سے کسی جزیرے تک تو پہنچ ہی سکتے ہیں ... اس طرح شاید ان طیاروں سے نجات مل جائے۔''

''ہاں، لیکن کشتیاں اتنی زیادہ نہیں ہیں کہ ہم سب ان پر سوار ہو سکیں ... ہمارے ساتھی جان بچانے کے چکر میں اندھا دھند انداز میں کشتیوں پر سوار ہوں گے اور ڈوب جائیں گے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''پھر آپ ہی بتائیں ... ہم کیا کر سکتے ہیں ...'' محمود بولا۔

''یہی تو مصیبت ہے ... ہم کچھ بھی تو نہیں کر سکتے۔''

''تو پھر بسم اللہ کریں ... کشتیاں اتنی کم بھی نہیں ہیں ... جہاں تک نظر جا رہی ہے ... کشتیاں نظر آ رہی ہیں ... کیا خبر یہ ہماری ضرورت سے زیادہ ہوں۔''

''اچھا خیر ... یونہی سہی۔''

وہ کشتیوں میں سوار ہوتے چلے گئے ... کشتیاں سمندر میں تیرنے لگیں ... کسی کو چپو چلانا آتا تھا اور کسی کو نہیں، لیکن جیسے تیسے وہ کشتیاں چلا رہے تھے ... اِدھر طیاروں کی فائرنگ بدستور جاری تھی ... ان کے دیکھتے ہی دیکھتے کئی کشتیاں غرق ہو گئیں۔

لمحہ بہ لمحہ وہ ساحل سے دور ہوتے چلے گئے ... سمندری چھالوں

نے ان کی مدد کی اور طیارے ان چھالوں کی وجہ سے درست نشانہ نہیں لے پا رہے تھے ... یہ ایک خوش گوار پہلو تھا، دو گھنٹے بعد وہ بہت دور آ چکے تھے ... ادھر طیاروں سے بھی ان کا پیچھا چھوٹ گیا ... ایسے میں فاروق نے چیخ کر کہا:

''میں نے ... میں نے ایک جزیرے کی جھلک دیکھی ہے۔''

''بھئی واہ، پھر تو مزا آ گیا ...'' محمود خوش ہو کر بولا۔

''کاش ہم اس زمین دوز شہر کو تباہ کر کے آتے ...'' انسپکٹر جمشید نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

''فکر نہ کریں ... میں اس کی تباہی کا انتظام کر آیا ہوں ...'' ماسٹر نے مسکرا کر کہا۔

''وہ کیسے؟'' انہوں نے چونک کر پوچھا۔

''چند تاروں کو آپس میں جوڑ آیا ہوں ... شیلاک کے ماتحت جب نیچے جا کر لائٹ آن کریں گے تو سارا شہر بھک سے اڑ جائے گا ... اس کا انتظام میں نے بہت پہلے سے کر رکھا تھا، آخر میں وہاں پہنچا ہی اس ارادے سے تھا۔''

''ویری گڈ ... یہ ہوئی نا بات۔''

''اور لیجیے ... وہ رہا جزیرہ ...'' فاروق بول اٹھا۔

انہوں نے دیکھا، وہ ایک بڑے جزیرے کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔

میں آ گیا ہوں

جزیرے پر پہنچ کر انہوں نے اندازہ لگایا ... صرف چند سو آدمی وہاں تک پہنچ سکے تھے ... باقی لوگ یا تو ادھر اُدھر نکل گئے تھے یا ڈوب گئے تھے، یا پھر گولیوں کا نشانہ بن گئے تھے ... بہرحال یہ آزادی کا سفر تھا اور آزادی کے سفر ان گنت خطرات میں گھرے ہوتے ہیں۔''

''اب جب تک ادھر سے کوئی جہاز نہ گزرے، ہمیں اس جزیرے پر ہی رہنا ہوگا ... لہٰذا آؤ کھانے پینے کی چیزوں کی تلاش میں نکلیں۔''

''ہم نے ایک طویل سفر کیا ہے، کچھ دیر تو آرام کرنا چاہیے ...'' ماسٹر بولا۔

''نہیں ماسٹر ... آرام تو گھر جا کر ہی کریں گے ...'' انسپکٹر جمشید نے جواب دیا۔

لیکن شاید ان کی قسمت تیز تھی ... اسی وقت انہوں نے ایک جہاز کے آثار دیکھ لیے، بس پھر کیا تھا، وہ رومال اور کپڑے ہلانے لگے ...

درختوں کی شاخیں کاٹی گئیں اور لائٹر کی مدد سے انہیں آگ دکھائی گئی، اس طرح دھواں اُٹھنے لگا ... آخر وہ ان کوششوں سے جہاز کا رُخ جزیرے کی طرف موڑنے میں کامیاب ہوگئے۔

''دعا کریں ... یہ ہمارے ملک کا جہاز ہو ... یا کم از کم کسی دوست ملک کا ہو ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

اور ان کے ہاتھ دعا کے لیے اُٹھ گئے ... رفتہ رفتہ جہاز نزدیک آتا چلا گیا اور پھر جزیرے سے کچھ فاصلے پر رُک گیا، پھر کسی نے لاؤڈ اسپیکر پر کہا:

''کیا تم لوگوں کا جہاز ڈوب گیا ہے؟''

''نہیں ... ہم لوگ ایک بے گار کیمپ سے بھاگے ہوئے ہیں ...'' انسپکٹر جمشید بلند آواز میں بولے۔

''کیا کہا ... بے گار کیمپ ...'' دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

''ہاں ! ہم میں سے ایک کو جہاز پر آنے کی اجازت دی جائے ... پوری کہانی سنا دی جائے گی، پھر آپ پسند کریں تو ہماری مدد کیجیے گا، ورنہ نہیں، لیکن پہلے یہ بتا دیں کہ جہاز کس ملک کا ہے؟''

''انشارجہ کا۔''

''وہ مارا ... تب تو مجھے جہاز تک جانے دیں ...'' ماسٹر نے چلا کر کہا۔

''ٹھیک ہے ماسٹر ... آپ چلے جائیں۔''

''کیا مطلب ... کیا تمہارا تعلق بھی انشارجہ سے ہے ...'' جہاز پر سے حیرت زدہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہاں ... بالکل۔''

''تب پھر صرف تم آؤ ...'' ادھر سے اجازت دی گئی۔

اور ماسٹر نے پانی میں چھلانگ لگا دی ... جہاز پر سے رسی کی سیڑھی لٹکا دی گئی ... جلد ہی انہوں نے ماسٹر کو جہاز پر چڑھتے دیکھا ... اور پھر ماسٹر ان کی نظروں سے اوجھل ہوگیا ... تین منٹ بعد اس کی صورت دکھائی دی اور بلند آواز میں بولا:

''آپ سب لوگ جہاز پر سوار ہو سکتے ہیں، لیکن کشتیوں پر سوار ہو کر جہاز تک آئیں۔''

اب ان کا سفر پھر کشتیوں میں شروع ہوا ... آخر وہ جہاز پر سوار ہوگئے ... جہاز روانہ ہوا اور انشارجہ کی طرف بڑھنے لگا:

''ابا جان ! ابھی تک ہمیں یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ وہ زمین دوز شہر بنایا کیوں جا رہا تھا ... نہ آپ نے ماسٹر صاحب سے یہ سوال پوچھا۔'' اطمینان سے بیٹھنے کے بعد محمود نے سوال کیا۔

''پوچھتا تو تب نا ... جب میری سمجھ میں بات نہ آئی ہو۔''

''کیا مطلب ... یہ بات آپ کی سمجھ میں آ چکی ہے۔''

''ہاں ... بالکل ...'' وہ مسکرائے۔

''تب پھر مہربانی فرما کر ہمیں بھی بتا دیجیے نا۔''

''ہاں ضرور ... اس سے پہلے بتانے کا وقت ہی کب ملا تھا ... بات دراصل یہ ہے کہ تمام بڑے بڑے ملکوں پر تیسری عالمگیر جنگ کا خوف سوار ہے ... ہر ملک تیسری عظیم جنگ کی تیاریوں میں بھی مصروف ہے اور خوف زدہ بھی ہے ... وتناس بھی اگرچہ سب سے زیادہ جنگی تیاریاں کر رہا ہے، لیکن شاید خوف زدہ بھی سب سے زیادہ وہی ہے ... لہذا حکمران طبقے نے اپنے لیے ایک زمین دوز شہر بنانے کا منصوبہ تیار کیا تھا، تاکہ جنگ کے دوران وہ ہر خطرے سے بے نیاز اس شہر میں اتر جائیں اور جنگ کا زمانہ وہاں گزاریں ... یہ ہے سارا منصوبہ ... کیوں مسٹر ماسٹر ... میں نے غلط تو نہیں کہا۔''

''آپ کا اندازہ سو فیصد درست ہے۔''

''اس قسم کا شہر بنانے میں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ... بے شک وہ ایک شہر کی بجائے کئی شہر بنالیں، لیکن بنانے کے لیے انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا، وہ بالکل غلط تھا ... یعنی لوگوں کو اغوا کر کے لانا اور اس شہر کو تعمیر کرانا ہے ... کوئی تک ... ظلم کی بھی کوئی انتہا ہونی چاہیے، لیکن یہ لوگ ظلم ولم کو مانتے ہی کب ہیں ... اپنا مطلب نکالنے کے لیے انہیں کچھ بھی کرنا پڑے ... کر گزرتے ہیں ...'' انسپکٹر جمشید چلے گئے۔

اور اس طرح وہ اپنے شہر پہنچنے میں کامیاب ہوئے، ائیر پورٹ

سے اتر کر ایک ٹیکسی کے ذریعے گھر پہنچے، محمود نے دستک دی ہی تھی کہ دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی ... دروازہ کھلا اور پھر انہوں نے بیگم جمشید، خان رحمان، پروفیسر داؤد، بیگم شیرازی اور بچوں کو دروازے پر موجود دیکھا ... چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے ... وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، آخر بیگم جمشید بولیں:

''کیا ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں ...'' ان کی آواز بیٹھی ہوئی تھی، آنکھیں سرخ تھیں ... شاید بہت روئی تھیں، کیونکہ جب انہیں اغوا کیا گیا تھا تو ان کے سر پر بھی کوئی چیز مار کر بے ہوش کیا گیا تھا ... اس طرح انہیں معلوم تھا کہ ان چاروں کو اغوا کر لیا گیا ہے ... ظاہر ہے، اس کے بعد سارے ملک میں ان کی کتنے بڑے پیمانے پر تلاش کی گئی ہوگی، لیکن ان کا سراغ بھلا کیوں کر مل سکتا تھا ... وہ تو ملک وتناس میں تھے ... اور وہاں بھی ان کے بنائے جانے والے زمین دوز شہر میں، پھر بھلا ان کا سراغ کس طرح لگ سکتا تھا۔

''نہیں بیگم ... یہ خواب نہیں ہے ... سچ مچ ہم کھڑے ہیں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ارے! یہ تو واقعی میرے دوست کی آواز ہے ... یہ ... یہ خواب نہیں ہے ...'' خان رحمان چلا اٹھے۔

''پھر کیا تھا ... وہ سب ایک دوسرے سے چمٹ گئے اور اسی حالت میں اندر آ گئے ... ملنے جلنے اور خوشی کے آنسو بہانے کے بعد

واقعات سنانے کی باری آئی، انسپکٹر جمشید نے جب ساری کہانی سنائی تو ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''تب تو تم موت کے منہ سے بچ کر آرہے ہو ...'' پروفیسر داؤد بولے۔

''موت کے منہ کی کون سی بات ہے انکل ... اس سے تو ہم ہر مرتبہ ہی بچ کر آتے ہیں ...'' فاروق بول اُٹھا اور وہ مسکرا دیے۔

''اس کا مطلب ہے شیلاک زندہ بچ گیا۔''

''ہاں اسی نے تو شہر پہنچ کر طیاروں کو بھیجا تھا۔''

''تمہیں چاہیے تھا، سب سے پہلے اسے گولی کا نشانہ بناتے ...'' خان رحمان بولے۔

''میں نے یہ کوشش کی تھی، لیکن اس نے جسم پر بلٹ پروف چیزیں چڑھا رکھی تھیں۔''

''چلو خیر ... جائے جہنم میں!... ان کا وہ شہر تو تہس نہس ہوگیا نا اور تم لوگ زندہ سلامت واپس آگئے ... ہمارے لیے یہی بہت ہے ...'' خان رحمان بولے۔

''صرف ہم ہی نہیں انکل ... ہم اپنے ساتھ نہ جانے اور کتنوں کو نکال لائے ...'' فرزانہ نے کہا۔

''ہاں! یہ بھی ہے ... بہر حال یہ ایک شاندار کارنامہ تھا۔''

''مجھے اس کارنامے کا ساتھی ہمیشہ یاد رہے گا ... ماسٹر ...''

''اس کا نام کیا تھا؟''

''نہ اس نے بتایا، نہ ہم نے پوچھا ... ایسے لوگ اپنا اصلی نام نہیں بتایا کرتے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ارے ہاں! یاد آیا ... آئی جی صاحبان اور دفتر کے باقی حضرات بہت فکر مند ہیں، انہیں بھی تو اطلاع دے دینی چاہیے۔''

خان رحمان نے کہا اور فون کرنے لگے ... آدھ گھنٹے بعد ان کے گھر میں آئی جی صاحبان ہی نہیں اور بھی نہ جانے کتنے لوگ جمع ہو چکے تھے اور پھر نہ جانے کس طرح اخباری رپورٹروں کو ان کی واپسی کی خبر ہوگئی ... بس پھر کیا تھا ... وہ بھی آدھمکے اور اور لگے سوالات کی بوچھاڑ کرنے، انہوں نے ایک ایک کو الگ الگ گھیر لیا ... غرض یہ ہنگامہ رات گئے تک رہا ... تب کہیں جاکر انہیں آرام کرنے کا موقع نصیب ہوا ... پروفیسر داؤد اور خان رحمان کو انہوں نے روک لیا تھا ... اس سے پہلے کہ وہ سونے کے لیے اپنے اپنے کمرے کا رُخ کرتے، فون کی گھنٹی بجی ... انسپکٹر جمشید نے ریسیور اُٹھا کر کان سے لگا لیا اور بولے:

''انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں ... فرمایئے آپ کون صاحب ہیں؟''

''مہمانوں ... دوستوں اور اخباری رپورٹروں سے فارغ ہو چکے ہو یا نہیں ...'' دوسری طرف سے کسی نے بے تکلفانہ انداز میں کہا۔

''یہی سمجھ لیں ...'' وہ بولے۔

''تو پھر اب میری بات سنو ... تم نے اپنی شاندار کامیابی سمجھ

رہے ہو اور لوگوں کو بتا رہے ہو، دراصل وہ تمہاری کامیابی نہیں ناکامی ہے۔''

''میں سمجھا نہیں ... آپ کون ہیں اور ان الفاظ سے آپ کا کیا مطلب ہے۔''

''حیرت ہے ... ابھی تک نہیں سمجھے... یہ ٹھیک ہے کہ میں آواز بدل کر بات کر رہا ہوں، لیکن اس کے باوجود تمہیں سمجھ جانا چاہیے تھا۔ خیر سنو ... میں اب اپنی اصل آواز میں بات کرتا ہوں ... پیغام یہ ہے کہ میں یہاں آچکا ہوں ... اور عنقریب تمہارے سر پر موجود ہوں گا ... تم نے ہمارا اتنا بڑا منصوبہ خاک میں ملایا اور ہم تمہیں اس دنیا میں مزے کرنے دیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے ... اس کارنامے کے نتیجے میں تمہیں موت کا جام پینا ہوگا۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا، انسپکٹر جمشید نے بھی ریسیور رکھ دیا اور ان کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھا:

''کس کا فون تھا جمشید اور تم ہماری طرف ایسی نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہو؟'' خان رحمان بولے۔

''شیلاک کا ...'' وہ مسکرائے۔

''جی ... شیلاک کا ... ارے باپ رے۔''

''اس کا کہنا ہے کہ وہ ہمارے ملک میں آچکا ہے اور چونکہ ہم نے ان کا اتنا بڑا منصوبہ تباہ و برباد کردیا ہے، اس لیے وہ ہمیں زندہ

نہیں چھوڑے گا۔''

''بھئی واہ ... یہ ہوئی نا بات ...'' محمود نے چہک کر کہا۔

''لیجیے ... دشمن ہمیں موت کی دھمکی دے رہا ہے اور یہ خوش ہو رہے ہیں ...'' فاروق نے منہ بنایا۔

''یہ اچھا ہی ہوا کہ شیلاک خود یہاں آگیا ... اب وہ ہمارے ہاتھ سے بچ کر نہیں جاسکتا۔''

''دونوں طرف سے یہی دعویٰ کیا جارہا ہے ...'' فاروق بولا۔

''ہاں! ہمیں اس سے مقابلے کی تیاری شروع کردینی چاہیے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''مقابلے کی تیاری، لیکن ابا جان ہمیں کیا معلوم کہ وہ کس رُخ سے حملہ کرے گا ... کہاں کرے گا ...'' فرزانہ نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

''جہاں تک میرا خیال ہے، وہ آج رات ہی حملہ کرے گا اور ہمارے گھر پر حملہ آور ہوگا ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''تب تو واقعی تیاری شروع کردینی چاہیے ...'' خان رحمان گھبرا کر بولے اور وہ مسکرادیے۔

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔

''اب کون آگیا۔''

'' کم از کم یہ شیلاک تو نہیں ہو سکتا، کیونکہ ابھی تو اس کا فون موصول ہوا ہے ... یوں بھی اگر اسے حملہ کرنا ہے تو نصف رات سے پہلے نہیں کرے گا ...'' محمود نے خیال ظاہر کیا۔

'' ہاں ! بات ٹھیک ہے ... جاؤ دیکھو کون ہے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

محمود اٹھ کر دروازے کی طرف چلا گیا ... واپس لوٹا تو ایک اخباری رپورٹر اس کے ساتھ تھا:

'' معاف کیجیے گا ... میں سب سے آخر میں آیا ...'' اس نے آتے ہی کہا۔

'' لیکن اب ہمارے پاس بتانے کے لیے کیا رہ گیا ہے ...'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

'' اسی لیے تو میں سب سے آخر میں آیا ہوں ...'' اس نے عجیب بات کی۔

'' کیا مطلب؟''

'' میں ہمیشہ اس وقت انٹرویو کے لیے پہنچتا ہوں جب تمام اخباری رپورٹر رخصت ہو چکے ہوتے ہیں، کیونکہ میرے سوال ذرا اور نوعیت کے ہوتے ہیں۔''

'' پہلے تو آپ ذرا اپنا تعارف کرا دیں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' میں اخبار کرائم رپورٹ کا رپورٹر ہوں ... ساری کہانی مجھے

معلوم ہو چکی ہے ، میں تو بس آپ سے چند ایک سوال کروں گا۔''

'' اپنا کارڈ دکھائیں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' کارڈ ... جی ہاں ... کیوں نہیں ...'' یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر پریشان ہو کر بولا:

'' اوہ ... مجھے افسوس ہے ... کارڈ تو شاید گھر رہ گیا۔''

'' تب پھر پہلے جا کر کارڈ لے آئیں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' جی ... جی ہاں ... واقعی یہ میری غلطی ہے ...'' اس نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

محمود اس کے پیچھے دروازے تک گیا اور پھر اس کے نکل جانے کے بعد دروازہ بند کر کے پھر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا ... ایسے میں بیگم جمشید دروازے تک آئیں اور بولیں:

'' سونی کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے ... اس کے جسم کے سارے بال کھڑے ہو گئے ہیں۔''

'' کک ... کیا مطلب ...'' انسپکٹر جمشید اچھل کر کھڑے ہو گئے، پھر دوڑ کر باہر نکلے ... سونی انہیں صحن میں نظر آئی ... اس کے بال واقعی پوری طرح کھڑے تھے ... جسم میں لرزش صاف محسوس ہو رہی تھی ... اور آنکھوں میں بے پناہ خوف کے آثار تھے:

'' سونی ... تمہیں کیا ہوا؟ '' انہوں نے پیار بھری آواز میں کہا۔

'' میاؤں ! '' اس نے مدھم سی آواز نکالی۔

''ضرور گھر میں خطرہ ہے ... فوراً گھر کو خالی کر دو ... جلدی کرو۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی ... وہ سب بھی ان کے پیچھے بھاگے ... سوفی نے بھی یہی کیا ... نصف منٹ کے اندر اندر وہ گھر سے باہر نکل چکے تھے۔

''کیا ہم آنٹی بیگم شیرازی کے گھر میں چلیں۔''

''نہیں ... بلکہ انہیں بھی گھر سے نکال لو ... اور بائیں طرف والے گھر کو بھی خالی کرا لو۔''

''ایسی کیا بات ہے جمشید؟'' خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

''سوفی کو ہم نے اتنا خوف زدہ پہلے کبھی نہیں دیکھا ... اوہ اوہ ... واہ ... وہ ...'' انسپکٹر جمشید ہکلا کر رہ گئے۔

''تم کیا کہنا چاہتے ہو جمشید؟'' پروفیسر داؤد جلدی سے بولے۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک ہولناک دھماکا ہوا ... اور ان پر گویا قیامت ٹوٹ پڑی۔

ہوش میں آئے تو سب کے سب ہسپتال میں پڑے تھے ... لیکن کوئی بھی شدید زخمی نہیں ہوا تھا۔

''خدا کا شکر ہے جمشید ... آپ سب گھر سے باہر تھے، ورنہ ایک بھی زندہ نہ بچتا ...'' انہوں نے آئی جی صاحب کی آواز سنی۔

''دائیں اور بائیں طرف والے گھروں کو تو کوئی نقصان نہیں

پہنچا۔''

''بہت نقصان پہنچا ہے ... تمہارا تو سارا گھر تباہ ہو گیا ... کوئی چیز بھی سلامت نہیں رہی۔''

''مجھے اپنے گھر کی فکر نہیں ... ان کے نقصان کا افسوس ہے ... لیکن خیر ... ان کا نقصان پورا کیا جائے گا۔''

''کچھ اندازہ ہے جمشید ... یہ کیا ہوا تھا؟''

''جی ہاں! شیلاک یہاں پہنچ چکا ہے اور یہ اس کی کارروائی ہے ... تھوڑی دیر پہلے اس کا فون ملا تھا ... فون پر اس نے اطلاع دی تھی کہ وہ ہم سے انتقام لے گا، لیکن ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس قدر جلد کام دکھا دے گا ... دراصل وہ ہمارے گھر میں ایک اخباری رپورٹر کے روپ میں آیا تھا اور شاید ڈرائنگ روم میں بم رکھ کر چلا گیا۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا۔

''اور ہم سوفی کی مہربانی سے بچ گئے ... ارے ... سوفی کہاں ہے ...'' فاروق بولا۔

''سوفی ... کون سوفی؟'' آئی جی بولے۔

''سوفی ہماری بلی کا نام ہے انکل ... وہ بھی ہمارے ساتھ گھر سے نکل بھاگی تھی ... دراصل بم کی موجودگی سب سے پہلے اسی نے محسوس کی تھی، اسے خوفزدہ دیکھ کر ہم گھبرا گئے اور گھر سے نکل آئے۔''

''تم لوگوں کے آس پاس کوئی بلی نہیں پائی گئی ...'' آئی جی

بولے۔

"کک ... کہیں وہ ملبے تلے نہ دب گئی ہو۔"

"اوہ ... اسے دیکھنا ہوگا ... ایسی بلی تو ڈھونڈے سے نہیں ملے گی ..." آئی جی صاحب نے کہا اور پھر فون کرنے کے لیے اُٹھے ہی تھے کہ میاؤں کی آواز سنائی دی۔

سب نے چونک کر دیکھا ... بلی فرزانہ کے بستر کے پائے سے اپنا سر رگڑ رہی تھی ... وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیے۔

اور عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی ... انسپکٹر جمشید نے فون کو گھور کر دیکھا اور بولے:

"تو اسے ہمارے بچ جانے کی اطلاع مل گئی ہے ..." یہ کہتے ہوئے انہوں نے ریسیور اُٹھا لیا اور بولے ... "ہیلو انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔"

"اور میں شیلاک ہوں ..." دوسری طرف سے کہا گیا۔

☆☆☆☆☆

وہ کون تھا

"اب کیا بات ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"مجھے بہت افسوس ہے کہ تم لوگ بچ گئے، لیکن خیر ... یہ میرا پہلا وار تھا، اب دوسرے وار کا انتظار کرو۔"

"اچھا ... انتظار کر رہا ہوں، فکر نہ کرو۔"

"مجھے فکر کرنے کی کیا ضرورت ... فکر تو تمہیں کرنا چاہیے ..." اس نے ہنس کر کہا۔

"اس قسم کے کھیل ہماری روز مرہ زندگی کا حصہ ہیں ..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن یہ کھیل آخری کھیل ثابت ہوگا۔"

"اللہ مالک ہے ..." انہوں نے کہا اور شیلاک نے فون کا ریسیور رکھ دیا۔

"شیلاک کا فون تھا ... اب وہ دوسرا حملہ کرے گا ..." انہوں نے بتایا۔

'' نہیں جمشید ... ہم اسے دوسرے حملے کی مہلت نہیں دیں گے ... تم فکر نہ کرو ... '' آئی جی صاحب نے فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

'' میرا تو خیال ہے سر ... اسے آنے دیں، ہم دیکھ لیں گے۔ ''

'' لیکن جمشید ... تم سب لوگ زخمی ہو ... اس سے کس طرح مقابلہ کرو گے۔ ''

'' شاید پولیس اسے یہاں تک پہنچنے سے نہ روک سکے۔ ''

'' پھر بھی میں اسے روکنے کا انتظام ضرور کروں گا۔ ''

اسی وقت سلسلہ مل گیا اور وہ ہدایات دینے لگے، پھر ریسیور رکھ کر بولے:

'' میں انتظامات کا جائزہ لینے کے بعد آؤں گا جمشید، پوری طرح ہوشیار رہنا۔ ''

'' شکریہ سر ... '' وہ بولے۔

آئی جی صاحب چلے گئے ... ان کے جانے کے ایک منٹ بعد ایک ڈاکٹر اندر داخل ہوا ... اس کے ساتھ کوئی نرس نہیں تھی ... ڈاکٹر کے ہاتھ میں اسپتال کی ایک چھوٹی سی ٹرے تھی، جس میں انجکشن لگانے کا سامان موجود تھا:

'' یہ انجکشن لگوانے کے بعد آپ لوگ فارغ ہیں، کیونکہ چوٹیں معمولی ہیں۔ ''

'' شکریہ ڈاکٹر ... '' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' آستین اوپر کر لیں ... '' اس نے کہا۔

اور وہ اپنے اپنے بازو ننگے کرنے لگے ... ڈاکٹر سب سے پہلے انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا ... اسی وقت ایک نرس اندر داخل ہوئی اور بولی:

'' آپ حضرات کو کسی چیز کی ... ارے ... '' نرس کہتے کہتے رک گئی ... اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں:

'' خبردار ... کون ہو تم؟ '' اچانک اس نے چیخ کر کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو کھینچ لیا اور بستر سے نیچے چھلانگ لگا دی، لیکن نقلی ڈاکٹر اس سے پہلے باہر جا چکا تھا ... وہ دوڑ کر کمرے سے نکلے تو برآمدے میں ڈاکٹروں والا سفید کوٹ پڑا تھا، گویا وہ کوٹ اتار کر پھینک گیا تھا ... انہوں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں، لیکن شیلاک انہیں کہیں بھی نظر نہ آیا ... وہ ہاتھ مل کر رہ گئے اور کمرے میں آ گئے۔

'' وہ ... وہ کون تھا؟ ''

'' جس نے ہمیں اس حالت کو پہنچایا ... اب زہر کا انجکشن لگانے آیا تھا ... '' انہوں نے فرش پر گر جانے والی سرنج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اکرام کو فون کیا گیا ... اس نے زہر والا انجکشن اپنے قبضے میں

لے لیا اور بولا:

'' اب میں آپ لوگوں کے ساتھ رہوں گا ... '' وہ تیسری بار پھر ضرور حملہ کرے گا۔''

'' ہاں ! اس نے دونوں مرتبہ حملہ بہت جلدی میں کیا ہے ... یا تو یہ شخص بہت جلد باز ہے یا ہم سے انتقام لینے کے لیے بہت زیادہ بے چین ہے ... بہر حال خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے دونوں مرتبہ ہمیں صاف بچا لیا۔''

'' میرا خیال ہے ... ہمیں اس کے تیسرے حملے سے بچاؤ کے لیے ابھی سے کوششیں شروع کر دینی چاہیے۔''

'' اور میں کہتا ہوں جمشید تم میرے گھر چلو ... ہم وہاں اس کا استقبال کریں گے ... خان رحمان بولے۔

'' ہاں ! یہ ٹھیک رہے گا۔''

ایک گھنٹے بعد وہ سب خان رحمان کے گھر میں موجود تھے:

اس بار میں اس کے خلاف جال بچھاؤں گا ... '' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' جال بچھائیں گے ... وہ کیسے؟'' فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

'' بس دیکھتی جاؤ۔''

اس کے بعد وہ اپنی کوشش میں مصروف ہو گئے ... دو گھنٹے بعد انہوں نے انتظامات مکمل کر لیے اور پھر ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے:

'' اب شیلاک کسی بھی روپ میں آئے ... ضرور پھنس کر رہے گا ... '' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' یہ بھی تو ہو سکتا ہے ... اب وہ آئے ہی نہ ... '' فاروق نے کہا۔

'' یہ تو خیر نہیں ہو سکتا ... اس کے اندر انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے ... وہ آگ اسے چین سے نہیں بیٹھنے دے گی ... ادھر ہم اگر اپنے بچاؤ کی تدبیر میں مصروف رہے ہیں تو وہ حملہ کرنے کی تدبیر کرتا رہا ہوگا ... اب دیکھنا یہ ہے کہ کس کی تدبیر کارگر رہتی ہے ... '' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' آخر خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت ہے ... ہم گھر کے باہر سادہ لباس والوں کو مقرر کر سکتے ہیں ... '' اکرام نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

'' اس طرح کام لمبا ہو جائے گا ... آخر ہم کب تک اس سے چھپتے پھریں گے ... میں تو چاہتا ہوں ... جلد از جلد اس کے اور ہمارے درمیان فیصلہ ہو جائے ... ابھی ہمیں اپنا مکان بھی نئے سرے سے تعمیر کرانا ہے ... دائیں اور بائیں طرف والے مکان بھی مرمت کرانے ہیں۔''

'' اسی وقت فون کی گھنٹی بجی ... انسپکٹر جمشید نے بے چین ہو کر ریسیور اُٹھایا ... دوسری طرف سے ڈی آئی جی افتخار احمد خان کی آواز

سنائی دی:

'' ہیلو جمشید ... معلوم ہوا ہے کہ تم ہسپتال سے خان رحمان کے گھر پہنچ گئے ہو۔''

'' جی ... جی ہاں ... آپ نے بالکل ٹھیک سنا ہے۔''

'' اور تم یہ سن کر حیران ہو گے کہ یہ اطلاع مجھے شیلاک نے دی ہے ...'' خان صاحب عجیب سے لہجے میں بولے۔

'' اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا۔

'' اور اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اب تیسرا وار کرنے والا ہے۔''

'' ہاں جناب! یہ ٹھیک ہے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' لیکن جمشید ... تمہیں یہ معلوم نہیں کہ وہ تیسرا حملہ کس رُخ سے کرنے والا ہے۔''

'' جی ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے، لیکن آپ فکر نہ کریں ... ہم اس کے استقبال کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔''

'' نہیں جمشید ... تمہاری تیاریاں تمہارے کام نہیں آ سکیں گی ...'' افتخار احمد خان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

'' جی کیا مطلب؟'' انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

'' مطلب یہ کہ اس وقت شیلاک میرے گھر میں موجود ہے، اس کے پستول کی نالی میری کن پٹی پر رکھی ہے اور اسی نے مجھے فون کرنے

کے لیے کہا ہے ... وہ چاہتا ہے ... تم اپنے بچوں کو لے کر سیدھے یہاں چلے آؤ ... اگر تم نے اپنے ساتھ کسی کو بھی لانے کی کوشش کی تو یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

'' اوہ!'' انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے، پھر سنبھل کر بولے:

'' آپ کے گھر کے دوسرے افراد کہاں ہیں؟''

'' آج گھر میں صرف میں ہوں ... آدھ گھنٹا پہلے فون ملا تھا کہ میرے سالے کی طبیعت خراب ہے، اس لیے بیگم بچوں کو لے کر فوراً چلی گئیں ... میں نے شام کو جانے کا پروگرام بنایا تھا ... ان کے جانے کے ایک دو منٹ بعد ہی دروازے کی گھنٹی بجی ... ملازم کو بھی بیگم ساتھ لے گئی ہیں، اس لیے مجھے خود دروازہ کھولنے کے لیے اُٹھنا پڑا، لیکن جونہی دروازہ کھولا ... پستول کی نالی کن پٹی سے آ لگی ... اور اب تک لگی ہوئی ہے۔''

'' اور یہ چاہتا ہے ... ہم یہاں آ جائیں۔''

'' بالکل ... ساتھ ہی یہ کہ تم کسی اور کو ساتھ نہ لانا۔''

'' ٹھیک سر ... آپ فکر نہ کریں ... ہم پہنچ رہے ہیں۔''

'' تمہیں ٹھیک بیس منٹ کے اندر پہنچنا ہے جمشید، اس سے زیادہ وقت لگا تو یہ مجھے گولی مار کر چلتا بنے گا ...'' افتخار احمد خان بولے۔

'' آپ فکر نہ کریں ... میں بیس منٹ سے بھی پہلے آ جاؤں گا۔''

انہوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا، پھر گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے جلدی

جلدی ان سب کو فون پر ہونے والی گفتگو سنائی
''اوہ! اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہماری یہاں کی سب تیاریاں دھری کی دھری رہ گئیں۔''

''ہاں، لیکن فکر کرنے کی ضرورت نہیں ... اب اس کا اور ہمارا سامنا ہو کر رہے گا ... آؤ۔''

''اور ہم کیا کریں جمشید؟'' خان رحمان بے چین ہو کر بولے۔

''ہم کسی کو بھی اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے ... دوست ... لہٰذا تم یہیں ٹھہر کر ہمارے لیے دعا کرو۔''

''تو کیوں نہ ہم تم سے کچھ فاصلے پر رہتے ہوئے خان صاحب کے گھر کے پاس پہنچ جائیں۔''

''نہیں ... یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہوگا ... کہیں خان صاحب کی زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے۔''

''لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے جمشید کہ تم چاروں موت کے منہ میں چلے جاؤ اور ہم یہاں بیٹھے رہیں۔''

''یہاں بیٹھ کر اللہ کی یاد تو کر سکتے ہو نا ... اگر خان صاحب کی زندگی خطرے میں نہ ہوتی تو میں ضرور تمہیں بھی ساتھ لے چلتا ... اچھا خدا حافظ آؤ بھئی چلیں۔''

''ارے ارے ... تم کوئی ہتھیار تو ساتھ لے لو۔''

''محمود کا چاقو ساتھ ہے ... پستول ساتھ لے جانے کا کوئی فائدہ

نہیں ...''

''وہ کیوں؟'' خان رحمان بولے۔

''شیلاک اتنا احمق نہیں کہ ہمیں پستول لے کر اندر داخل ہونے کی اجازت دے دے۔''

''ہوں ... تم ٹھیک کہتے ہو ... اچھا جمشید ... خدا حافظ۔''

''خدا حافظ ...'' انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

گھر سے باہر نکل کر وہ خان رحمان کی کار میں بیٹھے اور افتخار احمد خان صاحب کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے ... ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے ... شیلاک انہیں ایک اور موڑ پر لے آیا تھا ... انسپکٹر جمشید نے کار پوری رفتار پر چھوڑ دی۔

''ہم یہ خیال کرتے رہے کہ شیلاک انکل کے گھر پر حملہ آور ہوگا، لیکن وہ ایک اور چال چل گیا ...'' فرزانہ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''کوئی بات نہیں ... ایسا بھی ہوتا ہے ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''لیکن ابا جان ... ڈی آئی جی صاحب کی کوٹھی کے باہر تو ایک مسلح آدمی ہر وقت موجود رہتا ہے ... وہ کہاں گیا؟'' محمود حیران ہو کر بولا۔

''بھئی یہ تو وہاں چل کر ہی معلوم ہوگا ...'' انہوں نے کہا۔

کوٹھی کے نزدیک پہنچ کر انسپکٹر جمشید نے گھڑی پر نظر دوڑائی، اور بولے:

''ابھی تین منٹ پورے نہیں ہوئے ... پورے پانچ منٹ باقی ہیں، اس لیے میں اس قدر تیز رفتاری سے آیا ہوں ... ہم ان پانچ منٹوں سے فائدہ اٹھائیں گے ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''جی کیا مطلب۔'' محمود چونک کر بولا۔

''بس دیکھتے جاؤ۔''

انہوں نے کار قدرے فاصلے پر چھوڑ دی اور پیدل چلتے ہوئے دو کوٹھیاں پہلے ہی رُک گئے اور دروازے پر دستک دی ... دروازہ فوراً ہی کھلا اور ایک نوجوان آدمی نظر آیا ... انہوں نے جلدی جلدی صورتِ حال انہیں سمجھائی اور کوٹھی کی چھت پر جانے کی اجازت مانگی ساتھ ہی یہ درخواست بھی کی کہ ساتھ والی کوٹھی کے مالکان کو بھی صورتِ حال سمجھا دیں ... وہ کوئی عقل مند آدمی تھا ... بہت جلد پوری بات سمجھ گیا، اس طرح وہ اس کوٹھی کی چھت سے دوسری کوٹھی تک پہنچے اور وہاں سے ڈی آئی جی صاحب کی کوٹھی کی چھت پر آہٹ پیدا کیے بغیر اُتر گئے ... ابھی تین منٹ پورے ہونے میں دو منٹ باقی تھے ... اب انہوں نے زینے کا رُخ کیا، لیکن دوسرا لمحہ بوکھلا دینے والا تھا، کیونکہ زینہ دوسری طرف سے بند تھا ... انہوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہے ہوں:

''اب کیا کیا جائے۔''

لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا ... آخر انسپکٹر جمشید منڈیر پر آئے اور نیچے

جھانک کر دیکھا ... ڈی آئی جی اور شیلاک صحن میں بیٹھے نظر آئے ... شیلاک کے ہاتھ میں پستول تھا اور اس کی نالی کا رُخ اب خان صاحب کے سینے کی طرف تھا ... شیلاک کہہ رہا تھا:

''صرف ایک منٹ باقی ہے ... اگر ایک منٹ بعد انسپکٹر جمشید اپنے بچوں سمیت نہ آگیا تو میں آپ کو گولی مار دوں گا۔''

''انسپکٹر جمشید ضرور آئیں گے ... وہ بزدل نہیں ہیں کہ نہ آئیں ...'' افتخار احمد خان تملا کر بولے۔

''آثار تو کوئی نظر نہیں آرہے ...'' شیلاک ہنسا۔

''دیکھ لینا ... وہ آنے والے ہیں ...'' انہوں نے جواب دیا۔

انسپکٹر جمشید نے بے چین ہو کر گھڑی کی طرف دیکھا، پھر چھت کا جائزہ لیا ... لیکن افسوس ... چھت پر کوئی اینٹ بھی موجود نہیں تھی ... منڈیر کو دیکھا ... پلستر شدہ تھی ... گویا کوئی اینٹ اکھاڑی بھی نہیں جا سکتی تھی ... اب اتنا وقت بھی نہیں رہا تھا کہ اسی راستے واپس جا کر خان صاحب کے دروازے پر پہنچ جاتے ... اور گھنٹی کا بٹن دبا دیتے۔

انہوں نے ایک بار پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا ... آنکھوں میں خوف کے آثار نمودار ہو چکے تھے ... منڈیر کافی اونچائی پر تھی، لیکن اب کیا ہی کیا جا سکتا تھا ... انسپکٹر جمشید نے محمود کو چاقو نکال کر دینے کا اشارہ کیا ... چاقو ہاتھ میں لے کر وہ منڈیر پر کھڑے ہو گئے ... عین اس وقت شیلاک نے کہا:

’’صرف پندرہ سیکنڈ باقی ہیں۔‘‘
’’اور ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے نیچے چھلانگ لگا دی۔‘‘

☆☆☆☆☆

آخری لمحے

وہ عین شیلاک کے پیچھے گرے ... ایک پل کے لیے انھیں یوں لگا جیسے ٹانگیں ٹوٹ گئی ہوں، لیکن پھر یہ احساس فوراً ہی ختم ہوگیا اور وہ بلا کی رفتار سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے، ادھر دھم کی زور دار آواز نے شیلاک اور خان صاحب کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کردیا ... وہ اچھل پڑے اور ان کی طرف مڑے، دوسرے ہی لمحے انسپکٹر جمشید نے شیلاک کے پستول والے ہاتھ پر دائیں ہاتھ کی ہڈی پوری طاقت سے ماری ... یہ وار بہت کاری تھا ... جھٹکا اس قدر زور دار تھا کہ پستول شیلاک کے ہاتھ سے ضرور نکل گیا، لیکن چوٹ انسپکٹر جمشید کو اپنے ہاتھ کی ہڈی پر آئی ... اور اس قدر شدید کہ انھیں یوں لگا جیسے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو ... اس کے ساتھ ہی ان کی ٹھوڑی پر ایک مکا لگا ... وہ دوسری طرف الٹ گئے ... شیلاک نے پستول کی طرف چھلانگ لگائی، لیکن اس سے پہلے خان صاحب پستول تک پہنچ چکے تھے ... انہوں نے پستول اٹھاتے ہی شیلاک پر فائر جھونک مارا ... ایک بے آواز فائر ہوا ... گولی شیلاک کے

سینے سے ٹکرائی، اسے ایک دھکا لگا، لیکن ساتھ ہی اس کا قہقہہ گونج اٹھا... وہ وحشیانہ انداز میں خان صاحب کی طرف بڑھا... اوپر کھڑے محمود، فاروق اور فرزانہ کا مارے بے قراری کے بُرا حال تھا... ان کا بس نہیں چل رہا تھا... کہ کس طرح نیچے پہنچ جائیں... اس قدر اونچائی سے چھلانگ لگانا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔

ابھی شیلاک خان صاحب تک نہیں پہنچا تھا کہ انسپکٹر جمشید اس پر آپڑے اور گردن دبوچ لی... ایسے میں محمود چلا اُٹھا:

''انکل... زینے کا دروازہ کھول دیں۔''

خان صاحب کو ایک جھٹکا سا لگا... جیسے نیند سے بیدار ہو گئے ہوں... پھر وہ تیزی سے مڑے اور سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے... ادھر انسپکٹر جمشید اور شیلاک گتھم گتھا ہو رہے تھے، خان صاحب نے زینے کی چٹخنی گرا دی محمود، فاروق اور فرزانہ نے فوراً نیچے کا رُخ کیا... اسی وقت فرزانہ بولی:

''انکل... پستول کو دور پھینک دیں... یہ ہمارے کام تو آئے گا نہیں... ہاں شیلاک اس سے ضرور فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔''

افتخار احمد خان صاحب نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پستول اس طرح اُچھال پھینکا جیسے وہ کوئی سانپ ہو اور پھر نیچے کا رُخ کیا... اب شیلاک کے مقابلے میں وہ پانچ ہو چکے تھے، لیکن اس کے باوجود اس کے دم خم وہی تھے... نہ جانے کم بخت نے کس چیز کا بنا ہوا لباس پہن رکھا تھا کہ

اس کے جسم پر بڑی سے بڑی چوٹ کا بھی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

''محمود... اکرام کو فون کر دو... اپنے انکل خان رحمان کو بھی بلا لو... اب یہ ہمارے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔''

''لل... لیکن ابا جان... یہ فون کرنے کا کون سا وقت ہے...'' محمود ہکلایا۔

''دوسرے یہ کہ فون کرنے کے لیے یہاں سے باہر جانا ہوگا، کیونکہ اس نے تمہیں فون کرنے کے بعد تار کاٹ دیے تھے...'' خان صاحب بولے۔

''اوہ خیر... انہیں بعد میں ہی فون کریں گے... پہلے اس سے نبٹ لیں۔''

عین اس وقت شیلاک نے انہیں اپنے اوپر سے اُچھال پھینکا، وہ اس بُری طرح پیچھے گرے اور سر دیوار سے ٹکرایا، لیکن خیر ہوئی... سر پھٹا نہیں... ہاں اتنا ضرور ہوا کہ وقتی طور پر ان کا سر بہت زور سے چکرایا... زمین اور آسمان انہیں گھومتے محسوس ہوئے... خان صاحب نے غصے میں آکر ایک لات شیلاک کی کمر پر دے ماری، کیونکہ اس کا رُخ اس وقت انسپکٹر جمشید کی طرف تھا وہ لڑکھڑا گیا، لیکن پھر سنبھل کر پلٹا اور ایک مکا ان کی تھوڑی پر جڑ دیا، انہوں نے اس مکے سے بچنے کی پوری کوشش کی، لیکن بچ نہ سکے اور پھر تھوڑی کو پکڑ کر بیٹھتے چلے گئے... اب جو شیلاک انسپکٹر جمشید کی طرف مُڑا تو محمود، فاروق اور فرزانہ کو سامنے

پایا۔

"تم کس گنتی میں ہو..." وہ ہنسا اور دونوں ہاتھ چلائے۔

تینوں تیزی سے جھکے اور ادھر ادھر بکھر گئے... فرزانہ نے اپنا پرانا حربہ اختیار کیا اور اس کی کمر کی طرف آ گئی... وہ محمود اور فاروق کی طرف متوجہ تھا، چنانچہ اس نے اس کی گردن میں دونوں بازو ڈال دیے اور لٹک گئی... ساتھ ہی بازوؤں کو کسنا شروع کر دیا، لیکن جلد ہی اس نے محسوس کیا کہ وہ کسی بہت سخت چیز کو دبانے کی کوشش کر رہی ہے اور دبانے میں بُری طرح ناکام ہو رہی ہے... اچانک شیلاک نے اپنے جسم کو ایک زور دار جھٹکا دیا اور فرزانہ گویا اُڑتی ہوئی سامنے والی دیوار سے جا ٹکرائی... اس کے منہ سے ایک دل خراش چیخ نکلی اور ساکت ہو گئی... محمود اور فاروق نے اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا... یہ وقت آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کا تھا بھی نہیں... محمود کو ایسے میں نئی سوجھی... وہ تیزی سے جھکا اور شیلاک کی ٹانگوں میں گھس کر ایک ٹانگ پکڑ لی اور بلا کی تیزی سے اسے گھسیٹ لیا... شیلاک لڑکھڑا گیا... اب فاروق حرکت میں آیا، اس نے دوسری ٹانگ پکڑ لی... بس پھر کیا تھا... وہ دھڑام سے گرا... اس کے گرنے سے ایک زور دار دھماکا ہوا... اس دھماکے نے انسپکٹر جمشید کو آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا... اسی وقت شیلاک کی ایک لات محمود کی ایک پنڈلی پر لگی، کیونکہ گرنے کے بعد اس نے جھٹکا مار کر اپنی ٹانگ چھڑالی تھی... فوراً ہی دوسری لات فاروق کے پیٹ میں لگی

دونوں بُری طرح تڑپنے لگے... اتنے میں انسپکٹر جمشید اُٹھ چکے تھے... وہ جھومتے جھامتے آگے بڑھے اور پھر عجیب سی کیفیت میں جھک کر شیلاک کو اٹھا لیا... شیلاک نے بہت کوشش کی... ان کے ہاتھوں سے بچ جائے، لیکن نہ جانے انہوں نے کیا گُر استعمال کیا کہ وہ ان کی گرفت سے بچ نہ سکا اور ان کے سر سے بلند ہوتا چلا گیا... اب انسپکٹر جمشید چکر کاٹ رہے تھے اور شیلاک ان کے ہاتھوں پر چکرا رہا تھا... آخر انہوں نے اسے پوری طاقت سے دیوار پر دے مارا... اس کے منہ سے نکلنے والی چیخ نے گونج پیدا کر دی... جب انہوں نے اس کے جسم میں حرکت کے آثار نہ پائے تو بے چین ہو کر خان صاحب کی طرف بڑھے... وہ اس وقت تک اُٹھ چکے تھے... غمگین انداز میں مسکرا کر بولے:

"میں ٹھیک ہوں جمشید... ان تینوں کی خبر لو۔"

اب انہوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ کا جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں بولے:

"یہ بھی ٹھیک ہی ہیں... زخمی ضرور ہو گئے ہیں۔"

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی:

"میں ذرا دروازہ کھول آؤں..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں جمشید... تم یہیں ٹھہرو... کہیں یہ پھر ہوش میں نہ آ جائے... میں دیکھتا ہوں... دروازے پر کون ہے۔"

"جی بہتر، لیکن کھولنے سے پہلے یہ ضرور معلوم کر لیجیے گا کہ کون

ہے۔''

''ہوں ٹھیک ہے۔''

جلد ہی خان صاحب، خان رحمان اور اکرام کے ساتھ اندر داخل ہوئے، ان کے پیچھے خان صاحب کے پڑوسی بھی تھے:

''تو تم پہنچ ہی گئے خان رحمان ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''ہاں! مجھ سے رہا نہیں گیا، تاہم میں پندرہ منٹ بعد روانہ ہوا تھا ... تاکہ خان صاحب کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو جائے ...'' خان رحمان بولے۔

''یہاں تو ہر طرف خطرہ ہی خطرہ تھا خان صاحب ...'' ڈی آئی جی صاحب مسکرائے۔

''خدا کا شکر ہے ... اب خطرہ ٹل گیا ...'' محمود کی آواز سنائی دی۔

''ارے ... تم ہوش میں آ گئے۔''

''اب اور کتنی دیر بے ہوش رہیں، بس رہ لیے کافی بے ہوش ... فاروق چہک کر بولا۔

''توبہ ہے تمہاری زبان سے ... ان حالات میں بھی چہکنا نہیں بھولی ...'' فرزانہ نے کڑوا سا منہ بنایا۔

''وہ زبان ہی کیا جو بھول جائے ...'' فاروق مسکرایا۔

''آخر یہ کیس اپنے انجام کو پہنچا ... مجرم ہمیں موت کے گھاٹ

اتارنے آیا تھا، خود قابو میں آ گیا ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''انکل ... کیا آپ باقی لوگوں کو وہیں چھوڑ آئے ہیں؟''

''ہاں بھئی ... ان سب کو ساتھ کس طرح لا سکتا تھا۔''

''خیر ... سب سے پہلے انہیں خیریت کی اطلاع دے دینی چاہیے ... وہ بہت فکر مند ہوں گے۔''

''ہاں! یہ تو ہے۔''

''میں فون کر آتا ہوں ...'' اکرام نے کہا اور جلدی جلدی قدم اٹھاتا چلا گیا۔

عین اسی وقت انہوں نے شیلاک کی کراہ سنی ... وہ جلدی سے اس کی طرف مڑے۔

''انسپکٹر جمشید ... میری ایک بات مانو گے ...'' اس کے ہونٹ ہلے۔

''کچھ نہیں کہہ سکتا ... بات بتاؤ ...'' انہوں نے کہا۔

''نہیں، پہلے وعدہ کرو ... یوں سمجھ لو ... یہ میری آخری خواہش ہے اور کسی بھی حکومت میں چلے جاؤ ... مجرم کی آخری خواہش کا ضرور احترام کیا جاتا ہے۔''

''اگر تمہاری خواہش جائز ہوئی تو میں ضرور مانوں گا ... وعدہ کرتا ہوں ...'' وہ بولے۔

''تو پھر ... میں بلٹ پروف کپڑے ہٹا رہا ہوں ... تم میرے دل

میں ایک گولی اُتار دو۔''

''گولی اُتار دوں ... کیا مطلب۔''

''میں جیل کی زندگی نہیں گزار سکتا ... زندگی میں ایک بار بھی جیل نہیں گیا ... میں نے ہمیشہ حکومت کی ہے ... کبھی کسی کا حکم نہیں مانا ... لہذا اب بھی میں کسی کا حکم نہیں مان سکتا ... لہذا بہتر یہی ہے کہ تم میرا کام تمام کردو۔''

''افسوس ... یہ ممکن نہیں ... میں ایسا نہیں کرسکتا ... ہاں مقابلے کے دوران تم میرے ہاتھوں مر جاتے تو اور بات تھی ... اب میں تم پر کس طرح ہاتھ اُٹھاؤں ... اب تو تم پر ہمارے ملک کی عدالت میں مقدمہ چلے گا اور قانون جو فیصلہ سنائے گا، اس پر عمل کیا جائے گا ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ب ... بات دراصل یہ ہے کہ ... کہ میں ... م ... میں ...'' وہ ہکلا کر رہ گیا۔

''ہاں ہاں ... کہو ...'' انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

''بات دراصل یہ ہے کہ میں پھانسی سے بہت ڈرتا ہوں ... ہمارے ملک میں مجرم کو ایک کمرے میں بٹھا کر گیس چھوڑ دی جاتی ہے ... کچھ ملکوں میں بجلی کی کرسی پر بٹھا کر بٹن دبا دیا جاتا ہے، لیکن تمہارے ملک میں سزائے موت کا طریقہ پھانسی ہے اور یہ طریقہ بہت خوفناک ہے ... اُف۔''

''لیکن مسٹر شیلاک ... یہ طریقہ ہزاروں انسانوں کو دس سال تک ایک زمین دوز شہر میں قید رکھنے سے زیادہ خوفناک نہیں ہے ... کیونکہ اس طرح تو زیادہ سے زیادہ تین منٹ میں آدمی کا کام تمام ہو جاتا ہے، لیکن تم نے دس سال تک لوگوں کو ایڑیاں رگڑنے پر مجبور کردینے کا پروگرام بنایا تھا ... خوفناک طریقہ کون سا ہوا ...'' انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

شیلاک کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا ... ٹکٹکی باندھے ان کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اس کا سر جھک گیا:

''یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تم لوگ ماسٹر کے معاملے میں کس طرح دھوکا کھا گئے۔''

''دنیا میں ماسٹر جیسے نہ جانے کتنے سر پھرے ہیں جو اپنے وطن کی خاطر ساری زندگی دشمن ملک میں گزار دیتے ہیں، اب ان کے بارے میں کوئی کس طرح شک کرسکتا ہے ... خود تمہارے ملک میں کچھ ایسے جاسوس ہیں ... جن کو ہم نے بہت چھوٹی سی عمر میں ادھر بھیج دیا تھا ... اب وہ تمہارے ملک میں بڑے بڑے عہدوں پر مقرر ہیں ... تمہارے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوسکتی کہ وہ کون ہیں ... اور وہ ہمارے ملک کے لیے جاسوسی کرتے ہیں۔''

''ہاں ... یہ بات ٹھیک ہے ...'' انہوں نے تسلیم کیا۔

اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی ... پہلے خان رحمان کے گھر میں

رہ جانے والے لوگ پہنچے، پھر آئی جی صاحب اور دوسرے آفیسر آئے اور ان کے بعد اخباری رپورٹر ... انہیں دیکھ کر فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا:

'' لیجیے ... ایک ہی کیس کے دوران دوسری بار اخباری رپورٹروں سے ملاقات کیجیے ... ان لوگوں کو بھی بس ہم ہی مل گئے ہیں۔''

اس کا انداز ایسا تھا کہ اخباری رپورٹر بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔... فون کے تار جوڑ دیے گئے ... ایسے میں فرزانہ نے شیلاک سے سوال کیا:

'' مسٹر شیلاک ... اس زمین دوز شہر کا کیا بنا؟''

'' وہ تباہ ہوگیا ... افسوس ...'' اس نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

'' لیکن اگر وہ تباہ نہ ہوتا تو بھی کیا آپ لوگ اس شہر میں پناہ لینے کے بعد موت سے بچ سکتے تھے۔''

'' م ... موت سے ...'' شیلاک ہکلایا۔

'' ہاں ! پوری دنیا میں ہر چیز کے معاملے میں شک کیا جاسکتا ہے ... دہریے لوگ یہاں تک کہتے ہیں خدا نہیں ہے، لیکن وہ بھی اس بات سے انکار نہیں کرسکتے کہ ایک دن انہیں مرنا تو بہرحال پڑے گا ... گویا موت سے زیادہ یقینی چیز کوئی نہیں، پھر آخر اس قسم کے منصوبے آپ لوگوں کو موت سے کس طرح بچا سکتے ہیں۔''

'' موت سے نہیں ... عالمی جنگ سے ...'' شیلاک نے برا سا منہ

بنایا۔

'' عالمی جنگ کے موقعے پر جن لوگوں کو موت آئی ہوگی، وہ ہر حال میں مر کر رہیں گے ... انہیں موت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔''

'' یہ تم لوگوں کا نظریہ ہے ... ہمارا نہیں ...'' اس نے بھنا کر کہا۔

'' بہرحال یہ طے ہے کہ موت سے کوئی نہیں بچ سکتا ...'' محمود بولا۔

'' ہمارے ملک کے سائنسدان موت پر بھی فتح حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ...'' شیلاک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

'' ناممکن ... یہ نہیں ہوسکتا۔''

'' تمہارے خیال میں نہیں ہوسکتا ... ہمارے سائنسدان پر امید ہیں، تم لوگ پر امید اس لیے نہیں ہو کہ اس سلسلے میں تمہارے ملک کے سائنس دان کوئی کوشش سرے سے نہیں کر رہے۔''

'' اور ہم کر بھی نہیں سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں کہ موت کا ذائقہ ہر جاندار کو چکھنا ہے ... اس واضح اعلان کے بعد ہم لوگ کس طرح کوشش کرسکتے ہیں۔''

'' میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔''

'' خیر کوئی بات نہیں ... آپ جیل جانے کی بحث میں تو پڑ سکتے ہیں نا، لیکن یہ بحث ہم نہیں ... آپ کے جیل کے ساتھی آپ سے کریں

گے ... اور ہاں ... یہ منصوبہ کیا پھر شروع کیا جائے گا۔''

''ہاں بالکل ... ہم اس پروگرام سے باز نہیں آئیں گے۔''

''یا اللہ رحم ...'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''کوئی پروا نہیں ... ہم بھی اپنے منصوبے کا بیڑہ غرق کرنے کے لیے ہر دم تیار ہیں۔''

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی ... انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا ... دوسری طرف سے آپریٹر بول رہا تھا:

''انسپکٹر جمشید پلیز ... دفتر سے معلوم ہوا کہ آپ اس وقت ڈی آئی جی صاحب کے گھر میں ہیں ... آپ کا فون ہے ... انٹارجہ سے ...''

''اوہ اچھا ... ملا دیجیے۔''

جلد ہی انہوں نے ماسٹر کی آواز سنی:

''آپ میری آواز تو پہچان چکے ہوں گے۔''

''ہاں دوست ... بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے آپ کی آواز سن کر۔''

''میں نے اہم ضرورت کے تحت فون کیا ہے ... آپ شیلاک کی عادات سے واقف نہیں ... اس بڑی ناکامی کے بعد وہ آپ لوگوں سے اور پھر مجھ سے انتقام لینے ضرور آئے گا ... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میری طرف پہلے آئے ... ہوشیار رہیے گا، بلکہ میرا تو خیال ہے ... وہ پہنچ چکا ہوگا۔''

''آپ کا خیال بالکل درست ہے ... وہ نہ صرف پہنچ چکا ہے، بلکہ ہم سے ٹکر بھی لے چکا ہے ...'' انہوں نے دبی آواز میں کہا۔

''اوہ ... تو پھر ...'' ماسٹر ہکلا کر رہ گیا۔

''تو پھر یہ کہ ہم نے اسے قابو میں کر لیا ہے ...''

''اوہ ...'' دوسری طرف سے فکر مندانہ لہجے میں کہا گیا۔

''کیوں دوست ... آپ فکر مند کیوں ہو گئے؟''

''اس لیے کہ ...'' اور ماسٹر کی آواز سرگوشی میں بدل گئی ... وہ اس بات کو غور سے سننے لگے ... اور پھر ریسیور رکھ کر شیلاک کی طرف مڑے ہی تھے کہ وہ دھڑام سے گرا اور ساکت ہو گیا۔

''ارے ... اسے کیا ہوا؟'' محمود نے بوکھلا کر کہا۔

''شاید صدمے سے ہارٹ فیل ہو گیا۔''

خان رحمان نے آگے بڑھ کر اسے دیکھنا چاہا:

''نہیں خان رحمان ... کہیں یہ مکر نہ کر رہا ہو۔''

''اوہ ہاں۔''

وہ اس کے ہلنے جلنے یا ہوش میں آنے کا انتظار کرتے رہے اور آخر انہیں جھک کر دیکھنا پڑا ... شیلاک کے دل کی حرکت بند تھی ... نبض بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی:

''ارے ... یہ تو شاید مر گیا ...'' پروفیسر داؤد بولے۔

''ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ... خیر کوئی بات نہیں، ہم اس کے کفن

دفن کا انتظام کر دیتے ہیں ... اکرام ایمبولینس کے لیے فون کر دو اور ہاں ... اس کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔''

''جی کیا فرمایا ... ہتھکڑیاں ڈال دوں ... اس کی کیا ضرورت ہے۔''

''اس کی ضرورت ہے اکرام ... جلدی کرو ...'' انہوں نے گھبرا کر کہا۔

اکرام اور دوسروں نے انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا ... اور پھر اکرام نے اس کے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دی۔

''اکرام ... کیا فوری طور پر بیڑیوں کا بندوبست نہیں ہو سکتا۔''

''بیڑیوں کا ... ان کی کیا ضرورت پڑ گئی ...'' اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

''ضرورت ہے اکرام ... جلدی کرو۔''

سب حیران تھے کہ انسپکٹر جمشید کو ہو کیا گیا ہے ... ایک بالکل بے ہوش یا مرنے کے قریب آدمی کے ہاتھوں میں اول تو ہتھکڑیاں ہی پہنانے کی ضرورت نہیں تھی، دوسرے یہ کہ ہتھکڑیاں پہنانے کے بعد اب بیڑیوں کی کیا ضرورت ... لیکن سب حیران تھے، کیونکہ جانتے تھے ... ان کا کوئی کام بھی بلاوجہ نہیں ہوتا۔

اور پھر اکرام نے بیڑیاں بھی منگوا لیں اور شیلاک کے پاؤں میں ڈال دی گئیں۔

''بس ... یہ ٹھیک ہے ... اسے یہیں سے جیل کی کوٹھری میں پہنچا دو۔''

''جی کیا فرمایا ... جیل کی کوٹھری میں پہنچا دیں، لیکن اسے تو ہسپتال لے جانا چاہیے ...'' فاروق بولا۔

''نہیں بھئی ... اس کی ضرورت نہیں، ابھی ابھی مجھ سے ماسٹر نے فون پر بات کی تھی ... اور یہ درست ہے کہا گر عین اس وقت ماسٹر کا فون نہ آ جاتا تو شیلاک نکل گیا تھا، کیونکہ ہم اسے ہسپتال کی طرف روانہ کر دیتے اور یہ راستے سے ہی غائب ہو جاتا ... دراصل یہ حبس دم کا ماہر ہے ... اس نے اپنا سانس اس طرح روک رکھا ہے کہ دل کی دھڑکن اور نبض بھی محسوس نہیں ہو پا رہی ... یہی خبر ماسٹر نے مجھے دی تھی ... اسی لیے میں نے ہتھکڑیاں اور بیڑیوں کا انتظام کیا ہے۔''

''اوہ!'' وہ دھک سے رہ گئے۔

اور پھر شیلاک نے آنکھیں کھول دیں، خونخوار نظروں سے سب کو دیکھا اور پھر غرا کر کہنے لگا:

کوئی بات نہیں ... دیکھ لوں گا اس ماسٹر کے بچے کو بھی جس نے میرے فرار کے امکان کو ختم کر دیا اور میں دیکھ لوں گا تم لوگوں کو بھی ... اسے لکھ لو ... تمہاری جیل کی سلاخیں مجھے زیادہ دیر تک اپنے اندر نہیں رکھ سکتیں ... وہ خود بخود میرا راستہ چھوڑ دیں گی۔''

اس کے الفاظ نے سنسنی کی لہر دوڑا دی۔

"ب ... بہت اچھا ... ہم دیکھ لیں گے ... آپ فکر نہ کریں ... ایسی باتیں دیکھنے کے ہم بہت پُرانے عادی ہیں یا یوں کہہ لیں کہ ایسی باتوں کا اور ہمارا چولی دامن کا ساتھ ہے ... مہربانی فرما کر فرار ہونے سے پہلے اطلاع ضرور دے دیجیے گا ... تاکہ ہم اور بھی واضح طور پر دیکھ لیں ... بلکہ چند ٹینکوں کا بندوبست بھی پہلے سے کر لیں ... کیوں بھئی ... ٹھیک ہے نا ..." فاروق شوخ انداز میں رُکے بغیر کہتا چلا گیا۔

"ٹھیک تو صرف یہ ہے کہ ہمیں تمام کام چھوڑ کر تمہاری زبان کا بندوبست کرنا چاہیے ..." فرزانہ نے جل بھن کر کہا۔

"بالکل ٹھیک ... میں تمہاری تائید کرتا ہوں ..." محمود خوش ہو کر بولا۔

"اس سے پہلے کہ یہ دونوں میرے خلاف باقاعدہ محاذ قائم کر لیں، مجھے یہاں سے چل دینا چاہیے ..." یہ کہہ کر فاروق بوکھلا کر اُٹھا ... اس کا سر فرزانہ کی ٹھوڑی سے ٹکرایا ... فرزانہ محمود پر اُلٹ گئی اور وہاں موجود سب لوگ انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔

☆.....☆.....☆.....☆